ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اتحاد، اخلاق اور ایمان باللہ

اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہیں میرے نام پر میرے بعد لوگوں سے بیعت لیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا ایشیاء، کیا یورپ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچیں اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کریں۔ یہی خدا کا مقصد ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پا کر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو اور چاہیے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتا اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر صاف دل ہو کر اس کی طرف آ جاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی غذا کو چھوڑ کر، اپنی لذت چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کیے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ (الوصیت)

اداریہ

انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے

ایک بہت ہی قیمتی اور اعلیٰ درجہ کی بات جو اسلام اپنے ماننے والوں اور پیروکاروں کو سکھاتا ہے۔ جس کو اختیار کرنے سے انسان دنیوی ہوں یا اُخروی ہر طرح کی کامیابیوں کو پا سکتا ہے اور جس کو پس پشت ڈالنے سے انسان ناکامیوں اور نامرادیوں سے کبھی بھی اپنا پیچھا نہیں چھڑوا سکتا۔ قرآن مجید میں اس امر کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ''کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا اور کہ انسان کے لئے کچھ نہیں مگر وہی جو وہ کوشش کرتا ہے۔ اور کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا''۔ (النجم 53:38 تا 41) قرآن کی ان آیات میں بیان کردہ اصول وہ زریں اصول ہے جس پر نہ صرف مذہب کا بلکہ دنیا کے تمام کاروبار کا مدار ہے۔ کوئی فرد، کوئی قوم، کوئی جماعت، کوئی معاشرہ اس اصول کو اختیار کرنے کے بغیر عہدہ برآ نہیں ہو سکتا اور نہ ترقی کر سکتا ہے۔ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھاتا اور انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کو اختیار کرتا ہے اور کوشش رائیگاں نہیں جاتی۔ نتیجہ ملتا بھی ضرور ہے اور نتیجہ ملتا بھی پورا پورا ہے۔ یعنی جو کوئی چاہتا ہے کہ اس کے لئے آخرت میں کوئی نتیجہ پیدا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس دنیا میں کوشش کرے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اسے اس دنیا میں کچھ نتائج ملیں تو وہ بھی سعی اور جدوجہد کے بغیر اس کو نہیں پا سکتا۔ جو سالک چاہتا ہے کہ خدا کا وصال حاصل ہو تو اس کو بھی دعاؤں اور عبادات کو اختیار کرنا ہو گا غرض یہ فطرت کا ایسا پختہ اور محکم اصول ہے کہ کوئی انسان یا قوم اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے تحت انسان کی بنیادی ضروریات کو اس کے وجود میں آنے سے پہلے ہی مہیا کر دیا ہے اور ان چیزوں سے اپنی سعی و کوشش سے مزید نتائج پیدا کرنا اللہ نے انسان کے اوپر ڈال دیا ہے۔ مثلاً ہوا اور پانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے پیدا کر دیا ہے مگر ان ہواؤں اور پانیوں سے اب جس قدر انسان کام لیتا ہے اسی قدر ان سے نتائج اور فوائد حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے اپنی صفت رحمان کے تحت قرآن جیسی عظیم المرتبت کتاب انسانوں کی رہنمائی کے لئے نازل فرما دی اب یہ ہماری ترقی اور کامیابی کا سامان ہمارے پاس موجود ہے جو اللہ نے اپنی رحمت سے ہمیں عطا کر دیا ہے اب یہ ہم پر ہے کہ ہم کس قدر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یعنی اس اصول سے ایک اصول یہ بھی نکلتا ہے کہ اللہ کی موہبت بھی اسی انسان کو فائدہ دیتی ہے جو اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ عقیدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ نصب العین انسان کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک کہ قوت عمل سے پورا کام نہ لیا جائے۔ دنیا کی تاریخ اور واقعات عالم بھی ہمیں یہی بتاتے ہیں کہ نصب العین خواہ کیسا ہی بلند اور دل خوش کن ہو لیکن نتیجہ ہمیشہ محنت، لگن اور کوشش ہی کی بدولت ظہور میں آتا ہے۔ بحیثیت قوم اگر مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے تو قوم مسلم اسی وجہ سے ادبار کا شکار ہے کہ عمل سے عاری اور تہی دست ہے۔ آج دنیا کی تمام قومیں علم و عمل کے میدان میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی ہر ممکنہ کوشش میں مصروف ہے۔ احمدی ہونے کے ناطے بھی آج ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے کہ جیسے ہمارے اکابرین ترقی اور عروج کی جانب گامزن تھے کیا ہم بھی اسی روش کو اختیار کیے ہوئے ہیں یا اس ڈگر کو چھوڑ چکے ہیں۔ احمدی ہونے سے ہم بہت سی علمی اور اعتقادی غلطیوں سے تو بچ گئے ہیں لیکن ہم بھی اللہ تعالیٰ کے اس اٹل قانون سے باہر نہیں۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا ہمارا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ اور ہمارے لئے وہی ہے جس کے لئے ہم کوشش کریں گے۔ خدا ہماری کوششوں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ ہم جو بھی کوشش کریں گے اس کا پورا پورا بدلہ ہمیں دیا جائے گا۔ ہمارا عقیدہ، ہماری قابلیت ہی محض ہماری کامیابی اور فلاح کا ذریعہ نہیں ہو سکتی جب تک کہ کوشش اور کام کرنے کا نہ ٹوٹنے والا جذبہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اگر ہم بحیثیت احمدی دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں درست عقیدہ کے ساتھ ساتھ عمل، جدوجہد، سعی اور دعا کی انتہائی ضرورت ہے۔ یہی وہ صورت ہے جس کے ذریعہ ہم کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حضرت محمد مصطفیٰؐ پر دل کی گہرائیوں سے ورد کی کیفیت میں درود بھیجنا ہر مومن پر لازم ہے

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز،

اختتامی خطاب ودُعا، برموقع تقریب میلاد النبیؐ، مورخہ 25-11-2018، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ: ”اللہ اور اُس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اُسؐ پر درود بھیجو اور سلام بھیجو“۔

یہ چھوٹی سی آیت اپنے اندر ایک برکتوں کا خزانہ رکھتی ہے اور اس میں انسانی زندگیوں کے لئے فوائد بھی شامل ہیں۔

رسول کریم صلعم پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ کا قرآن میں حکم ہے اور خطبہ ثانی میں بھی شامل ہے اور پھر روایتاً ہماری جماعت میں تمام لوگ جو شامل ہوتے ہیں جمعہ میں بلند آواز میں امام کے ساتھ مل کر نبی کریمؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ یہ غالباً شروع سے ایسے ہے یا مولانا صدرالدین صاحب کے زمانہ سے جب انہوں نے لوگوں کو کہا کہ ساتھ شامل ہو کر بلند آواز سے سارے درود بھیجا کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر فوراً عمل کرنا ایک مومن کی نشانی ہے۔ اسی لئے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ قرآن کریم میں جب سجدہ والی آیات آتی ہیں تو فوراً سب لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ نماز میں بھی آیت سجدہ آجائے تو سجدہ کیا جاتا ہے تو یہ ایک طرح کا حکم ہے جس کی تکمیل سے انسان ظاہر کرتا ہے کہ برعکس ابلیس کے سجدہ کرنے کے حکم کے انکار سے ہم اللہ تعالیٰ کا حکم فوراً بجالا کر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔

آئیں ہم مل کر درود بھیجیں: (سب نے درود ابراہیمی آپؐ پر بھیجا)

آج ہم اللہ تعالیٰ کے اس عظیم نبیؐ جس پر تمام نبوتیں ختم ہیں اور آپؐ کے بعد اور کوئی نبی قطعاً نہیں آئے گا کی پیدائش کی تقریب منا رہے ہیں۔

ہم پر یہ افترا ہے کہ ہمارے امام زماں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ اُن کے خلاف جو آگ بھڑکائی گئی بد قسمتی سے وہ اُن کے اپنوں نے بھڑکائی اور آج جتنی گالیاں ہر رُخ سے اور جتنے اجلاس ہوتے ہیں، ان میں آپ کی گستاخی ہمیں برداشت کرنی پڑتی ہے۔ ان کی بنیاد یہی من گھرٹ عقیدہ ہے۔ جب علم محدود ہو جاتا ہے اور کچھ کہنے کو نہیں رہتا تو پھر ایک آسان راستہ مرزا صاحب کو گالیاں نکال دینا بن جاتا ہے۔ اس کا حل ہمارے لئے خود امام الزماں نے بتا دیا ہے اور وہ اپنے کلام کے ذریعہ یوں بیان کر دیا ہے۔

گالیاں سن کر دُعا دو

پا کے دُکھ آرام دو

لہذا ہم گالیوں کا جواب بھی گالی سے نہیں دیتے۔

آج کا جو میرا آپ سے خطاب ہے وہ تمام حضرت مسیح موعود کی کتب، تقاریر اور ان کی جتنی رسول کریمؐ پر درود بھیجنے کے حوالہ سے باتیں آتی ہیں ان پر بنی ہے۔ جتنی میں باتیں کروں گا اُن سب کو میں نے مسیح موعود کے لٹریچر میں سے ہی شامل کیا ہے۔ اس پر ہمیں عمل بھی کرنا ہے اور یہ نہ سمجھیں کہ درود شریف صرف نماز میں جب درود ابراہیمی آئے تو ہم نے ادا کر دینا ہے تو ہمارا حق ادا ہو جاتا ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ جنازہ کی نماز میں شامل ہیں تو درود پڑھ کر پھر حق ادا ہو گیا۔ اس کو اپنا ورد بنانا ہے۔ اور پھر میں آگے بتاؤں گا کہ کس طریقہ سے مسیح موعودؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ کیسے درود ادا کیا جائے اور اس کے فوائد بھی بتائے ہیں اور اس کے ساتھ وابستہ باتیں بھی۔ خطبہ کے دوران میں ان کا مفہوم ادا کروں گا۔

کیا جب ہم درود شریف پڑھتے ہیں تو ہم اس کے معنی جانتے ہیں؟ اگر نہیں جانتے تو پھر جاننا چاہیے اور اگر ہم ان معنی پر غور نہیں کر رہے

ہوتے تو ہمیں غور کرنا چاہیے۔ ورنہ باقی نمازوں کی طرح وہ بھی ایک رسم بن کر رہ جائے گا۔ جس میں نہ ہمیں نماز کے معنی آتے ہیں اور نہ ہم درود شریف کے معنی سمجھتے ہیں اور اس میں اتنی برکات ہیں جن سے ہم محروم رہ جاتے ہیں۔

درود شریف کے اثر کے متعلق ایک ذاتی واقعہ:

درود شریف کے معنی کا اثر میں ایک ذاتی واقع سے بیان کرتا چلوں۔ کچھ سال پہلے میں سویڈن میں ایک بین الادیان کے اجتماع میں شامل ہوا۔ وہاں Slavia ملک کے پادری کے ساتھ مجھے ایک کمرہ میں رہنا پڑا۔ اسے فجر کے وقت ذاتی ضرورت کی وجہ سے اُٹھنا پڑا تو میری جاگ بھی کھل گئی۔ ممکن تھا کہ میری آنکھ لگی رہتی کیونکہ میں دو گھنٹے پہلے ہی پہنچا تھا اور سفر کی تھکاوٹ بھی کافی تھی۔ اس نے معافی مانگنی شروع کر دی تو میں نے کہا کہ معافی مانگنے کی کوئی بات نہیں، میں نے آپ کا شکریہ کرنا ہے کہ آپ کی وجہ سے میری جاگ کھل گئی ورنہ میں آج شاید نماز کھو دیتا کہ اتنا سفر کر کے تھک گیا تھا۔ تو اُس کو میں نے نماز ساری سمجھائی اور اس کا مطلب بتایا اور کیسے اس کے دوران کی کی ہوئی حرکات الفاظ کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس کو میں نے سجدے کر کے بھی دکھائے اور رکوع بھی۔ جب درود شریف پر آیا تو اس کے بھی میں نے اس کو معنی بتائے۔ اور کہا کہ آل ابراہیم میں یہودی، عیسائی، مسلمان سب شامل ہیں اور بھی کئی قومیں شامل ہیں۔ اس لئے مسلمان اپنی ہر نماز میں آپ پر بھی سلامتی بھیجتے ہیں۔ اور میں نماز کے لئے کھڑا ہونے لگا تو اس نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں؟ پہلی رکعت میں اس نے رونا شروع کر دیا۔ جیسے میں تلاوت کر رہا تھا اور دوسری رکعت میں میرے پر بھی اثر ہوا میں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ میرا دھیان قرآن کے ان الفاظ کی طرف منتقل ہوا: ”اور ان کے لئے جو ایمان لائے دوستی میں سب سے قریب تو ان لوگوں کو پائے گا۔ جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں یہ اس لئے کہ ان میں سے عالم اور راہب ہیں اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب اسے سنتے ہیں کہ جو رسولؐ کی طرف اُتارا گیا، تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، کہتے ہیں ہمارے رب ہم ایمان لائے، سو تو ہم کو گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ دے“۔ (المائدہ 82 تا 83)

لہذا جب میں نے کہا اسلام علیکم ورحمتہ اللہ تو میں نے بتایا کہ ہم نے تمام لوگوں پر سلامتی بھیجی ہے۔ اس کو اس بات کو سن کر بہت اثر ہوا۔

اُن سب کے لئے جو درود شریف کے معنی سے واقف نہیں میں ان کے لئے درود شریف کا ترجمہ بتائے دیتا ہوں۔

”اے اللہ رحمتیں نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے رحمتیں نازل کیں حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے۔

اے اللہ تو برکتیں نازل فرما حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر۔ بے شک تو تعریف کا مستحق بڑی بزرگی والا ہے“

درود شریف پڑھتے ہوئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ آپؐ پر سلامتی ہو، آپؐ کی آل پر سلامتی ہو، جیسے ابراہیمؑ اور ان کی آل پر سلامتی اللہ تعالیٰ نے پہنچائی۔ پھر ہم برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ برکت نازل فرما۔ محمدؐ پر اور آنحضرت محمدؐ کی آل پر، جیسا کہ تو نے برکت فرمائی ابراہیمؑ اور ان کی آل پر، بے شک تو تعریف کے لائق برکت والا ہے۔ درود بھیجتے وقت ہم نے یہ معنی دل میں رکھنے ہیں۔

حضرت صاحبؒ نے یہ واضح کیا ہے کہ درود وہی بہتر ہے جو ہم نماز میں ادا کرتے ہیں۔ اور کہا کہ یہی اس عاجز کا ورد ہے۔ دیکھیں کس عاجزی سے اپنے آپ کو وہ مخاطب کر رہے ہیں۔ کوئی پیروں والی بات نہیں۔ کوئی شان و تکبر نہیں۔

آج کل کے بعض علماء کی تقاریر میں اپنی اہمیت بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے متعلق سوچیں اور پھر حضرت صاحب کی عاجزی کی طرف توجہ سے غور فرمائیں۔

آپؒ کی بیعت میں بھی وہ اپنے لئے نام عاجزی سے لیتے ہیں۔ درود پڑھنے میں آپ نے کسی تعداد کی پابندی نہیں رکھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ لاتعداد درود بھیجا کریں۔

مسجد میں آنے کے بعد بجائے بات چیت کے اس وقت کو آپ درود شریف پڑھنے میں صرف کریں۔

جو دس شرائط بیعت رکھی گئی ہیں ان میں ایک شرط درود شریف کا بھیجنا بھی رکھا ہوا ہے۔ شرط ہے کہ "اپنے نبی کریمؐ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں (بیعت کنندہ) مدامت اختیار کرے گا"۔ لہذا جہاں پر اللہ سے معافی مانگنا گناہوں کا استغفار کرنا ہے وہاں پر درود شریف کو بھی بہت بڑی اہمیت دی گئی اور اسی پر وہ عمل کرتے تھے کہ اپنا ورد بنایا ہوا تھا۔ ورد پانچ نمازوں میں کچھ مرتبہ پڑھنے کو نہیں کہتے بلکہ بار بار اور انتہائی کثرت سے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ ایسا ورد کہ بدن کام میں لگا رہے اور ذہن اور زبان درود ادا کرتی رہے۔ حضرت صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسند تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکر گزاری کے طور پر درود بھیجیں۔ قرآن کریم الحمد للہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے شکر گزاری کی اسلام میں اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور درود پڑھنا بھی شکر گزاری ہی کا تصور ہے۔

شکر گزاری کس بات کی کی جا رہی ہے؟

شکر گزاری اس بات کی ہے کہ اگر رسول کریمؐ نہ آئے ہوتے اگر انہوں نے وہ تکالیف جن کا ذکر آج کی تقاریر میں ہو رہا تھا انہوں نے برداشت نہ کی ہوتیں۔ تو پھر آج اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے والا یا اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہ رہتا کیونکہ جس زمانے میں آپؐ آئے شرک ہی شرک تھا۔ 360 کے قریب بت تو کعبہ کے اندر تھے۔ شرک تھا۔ کفر تھا۔ خدا تعالیٰ سے لاتعلقی اور اس کا انکار تھا اور وہی بڑھتا جاتا لیکن آپؐ نے اپنے اوپر صبر سے ظلم برداشت کر کے اور ان کے سب صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔ انہوں نے جو جو تکالیف برداشت کیں اس کا شکر گزار ہونا ہے۔ اس لئے درود پڑھیں تو اللہ تعالیٰ کے شکر کا ماحول اپنے دل میں اور دماغ میں بنائیں اور اللہ تعالیٰ کے اس نبی پاکؐ پر جب درود بھیجیں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ ہماری ہدایت کے لئے اس نے اس نبیؐ کو بھیجا ورنہ ہم گمراہ کے گمراہ رہتے اور شاید خدا کا نام تک نہ جانتے۔

مدح رسولؐ کرتے وقت اس بات کا احساس ہونا ضروری ہے کہ جب ہم درود بھیجیں تو دل اللہ کے شکر میں جھکا ہو کہ اس محسنِ انسانیت نے توحید الٰہی کو دوبارہ دنیا میں ہمارے پاس لایا اور وہ سیدھی راہ دکھائی جس سے خدا رسائی حاصل ہوتی ہے۔ آپؐ نے دلوں کا علاج کیا اور مُردوں کو زندگی بخشی اور اُمت کی خاطر ہر درد اور ظلم برداشت کیا۔ آپؐ وہ شخصیت ہیں جس نے خدا کے آگے اپنی ہستی خاک میں ملا دی اور اس عمل کے ذریعہ خاک میں پڑے لوگوں کو آفتاب بنا دیا۔

درود شریف میں رسول کریمؐ کے لئے پیشگوئیؒ:

درود شریف میں رسول کریمؐ کے لئے ایک پیشگوئی بھی ہے۔ درود میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریمؐ کو بہت تسلی دی اور وہ تسلی کیا تھی؟ وہ ایک پیشگوئی تھی کہ جس قدر مخالفین کی طرف سے فتنے اُٹھیں گے ان سب باتوں میں اُن کو نامرادی ہوگی کیونکہ آپؐ پر سلامتی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بھیج رہے ہیں تو جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سلامتی بھیجیں اور جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے برکات بھیجیں اور پھر تمام ایمان لانے والے بھی درود بھیجیں اُس کو کسی قسم کے فتنے سے کوئی اثر نہیں ہوگا۔ یہ یقین ہونا ہمارے

ایمان کا حصہ ہونا چاہیے۔ جو کوئی فتنہ اٹھاتا ہے وہ اس کے اپنے گلے پڑتا ہے۔ یہ ہمیں یقین ہونا چاہیے۔

رسول کریمؐ کو کسی کی دعا کی حاجت نہیں۔ آپ کے درجات تو تخلیقِ زمانہ سے ہی بلند ترین رکھے گئے۔ آپؐ کو مقام محمود کا وعدہ دیا گیا اور پھر ہر مسلمان اس مقام محمود کی دعا آپؐ کے لئے مانگتا رہتا ہے۔ آپؐ کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ آپؐ کے مقام محمود ملنے میں بھی ایمان لانے والوں کا ہی فائدہ ہے۔ کیونکہ آپؐ کو اس مقام پر اللہ تعالیٰ آپؐ کی اُمت کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ اور یوں وہ اُمت کے لئے بخشش کے ذریعہ کا مقام ہوگا۔

آپؐ کا وجود امت کے لئے آئینہ کے مانند ہے:

آپؐ کا وجود ایک آئینہ کی مانند ہے۔ جس پر روشنی لوٹ کر روشنی ڈالنے والے کی طرف واپس جاتی ہے۔ اس میں ایک نہایت عمیق بھید رکھا ہوا ہے کہ جو شخص محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعثِ علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ اس لئے درود بھیجنے والوں کو جو ذاتی محبت سے آنحضرتؐ کے لئے برکت چاہتے ہیں۔ بے انتہاء برکتوں سے بقدرِ اپنے جوش کے حصہ ملتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ ہم سب کچھ اپنے لئے کر رہے ہیں۔ یہ ہماری روحانی ترقی کا ذریعہ بن رہا ہے اور پانچ، سات، دس دفعہ نہیں وہی ورد بنانے والی بات ہے۔ سب سے بڑھ کر درود کے فوائد یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے انسان کو درود کے ذریعہ اللہ تک رسائی اور قربت حاصل ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت رسول کریمؐ کی اطاعت اور رسول کے نمونے پر چلنے سے مشروط ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے''۔ (العمران: 31)

درود ایک تو باکثرت پڑھا جائے نہ کہ رسم اور عادت کی طرح، تسبیح تیز تیز پھیرنی اور کہنا کہ میں نے آج اتنی تعداد میں درود بھیجا۔ ایسے درود رسمی بن جاتے ہیں نہ کہ عبادت کا ذریعہ۔ درود شریف دل سے ادا ہو اور دل پر اثر انداز ہو۔ درود رسول کے حسن اور احسان کو مدِ نظر رکھ کر بھیجا جائے تو ہمارے مراتب کی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس میں انتہاء توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

آج کی تقاریر میں ہم نے حضرت خدیجہؓ کا رسول کریمؐ کی پہلی وحی نازل ہونے کے بعد رسول کو تسلی دینے کا ذکر سنا۔ اس سے پہلے بھی وہ ہم نے بہت مرتبہ سنا، بار بار سنا، آج بھی دو تقریروں میں سنایا گیا۔ اکثر سننے کی حد تک ہی رہا۔ لیکن جیسے ایک مقرر نے آکر اس کو بیان کیا اُس کا ایک اور رنگ تھا۔ ہم رسول کریمؐ کا جب اُسوہ حسنہ سنیں یا کہیں پڑھیں تو ساتھ ارادہ رکھیں کہ یہ چیز مجھ میں نہیں ہے، یہ میرے اندر شامل ہونی چاہیے۔ جب ہم قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر غور کریں تو توجہ کریں کہ یہ چیز مجھ میں ہے یا نہیں، مجھ میں پیدا ہونی چاہیے۔ قرآن کریم اللہ کی کتاب، اللہ کا قول اور احادیث رسول کریمؐ کے اسوۂ حسنہ کا بیان ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک آئینہ کا کام کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنی آنکھیں اُس آئینہ سے پھیریں تو پھر جتنا بھی پڑھتے جائیں ہم پر اثر نہیں ہوگا۔ غور کریں کہ آئینہ ہم سے کیا کہہ رہا ہے اور اس میں ہمارا ذوق اور اخلاص ہو کہ ہم نبی کریمؐ کے لئے برکت چاہتے ہیں اور بہت ہی دل کے درد سے اس چاہت کا اظہار کریں کہ جس میں بناوٹ نہ ہو۔

سب نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ لوگ تسبیح پھیرتے نظر آتے ہیں اور دنیاوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں غالباً دکھاوا ہوتا ہے کہ میں تسبیح کر رہا ہوں تو یہ دکھاوا نہ ہو اور سچی دوستی اور رسول کریم کے ساتھ ایک محبت اس میں نظر آئے۔

درود بھیجنے میں اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہیے:

درود بھیجنا کسی ذاتی لالچ سے نہیں کہ میں نے ہزار دفعہ بھیجا تو مجھے فلاں چیز مل جائے گی یا دولت آجائے گی یا فلاں نوکری مل جائے گی یا میں بہت بڑا

عہدہ پاؤں گا۔ یہ دماغ میں رکھ کر درود نہ پڑھیں، اپنا حصہ نہیں رکھنا چاہیے کہ اس سے مجھ کو کیا ثواب ہے اور کیا درجہ ملے گا بلکہ صرف اور صرف رسول کریمؐ کے احسانات کو دل میں رکھتے ہوئے ہم درود شریف پڑھیں اور بہترین وقت حضرت صاحب نے بتایا وہ مغرب اور عشاء جہاں تک ممکن ہو درود شریف ان کے درمیان میں پڑھا جائے۔ اس میں ہم نماز سے جا کر خبریں دیکھنے لگ جاتے ہیں اور چیزیں بھی ہیں لیکن اگر اس وقت کو درود شریف کے لئے استعمال کیا جائے تو آپ کے نزدیک یہ بہت احسن ہے۔

میں اکثر سوچتا ہوں کہ جب آپؐ کی پیدائش ہوئی ہوگی تو آپؐ کی والدہ کا کیا حال ہوگا۔ جب آپؐ کے والد آپ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے جب کوئی بچہ گھر میں پہلا لفظ بولتا ہے یا پہلا قدم اٹھاتا ہے، پھر بھاگتے پھرتے نظر آتا ہے۔ ہر ایک چیز ہمارے دلوں پر نقش ہوتی ہے اور دل میں خوشی محسوس ہوتی ہے اور تمام خاندان اس خوشی میں شامل ہوتا ہے۔ خاص کر والدین۔ آپؐ کے والد پہلے ہی وفات پا گئے تھے اور والدہؓ کو بھی جلدی ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ اور لوگوں کو کیا خوشی ہوگی کہ آپ آج بھاگنے دوڑنے لگ گئے اور اب اچھی اچھی باتیں کرنے لگ گئے۔ جھوٹ بھی نہیں بولتے۔ کسی پر کیا اثر ہونا تھا لیکن پھر بھی اثر ہو رہا تھا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ جو اصل خوشی محسوس کرنے والے لوگ تھے وہ سب اس وقت ان کے قریب نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بتانا تھا کہ سب کا رب، رازق میں ہوں۔

مسیح موعودؑ کے رویاء:

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی دو (۲) رویاء کا ذکر کروں گا۔ وہ دونوں ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ ایک کا ذکر ''براہین احمدیہ'' حصہ چہارم میں درج ہے۔ ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل اور جان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ ''آبِ زلال'' یعنی خالص سرد اور شیریں پانی کی شکل پر نور کی مشقین اسی عاجز کے مکان میں (فرشتے) لیے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے حضرت محمدؐ کی طرف بھیجیں تو نے جو درود بھیجے تھے وہ مشقوں کی مشقین بھر کر صاف اور شفاف پانی کی طرح واپس آ گئیں۔ اور دوسری جگہ حقیقت الوحی کے صفحہ نمبر 128 پر پھر ذکر آتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ دو سکے یا ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستہ سے اور ایک بیرونی راستہ میں سے میرے گھر میں داخل ہوا۔ اور ان کے کاندھوں پر نور کی مشقیں ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو نے جو اللہ تعالیٰ کے رسولؐ پر سلامتیاں بھیجی ہیں یہ وہی ہیں۔

جب لوگ حضرت صاحبؒ کی بیعت کرتے تھے تو کہتے تھے کہ کوئی وظیفہ بتائیں۔ تو ان کے نزدیک یہ ہوتا تھا کہ بڑی مصیبت ہے، بڑے مخالفین تنگ کر رہے ہیں۔ آپ کی طرف سے یہی جواب آتا تھا کہ مخالفین کی کوئی پروانہ کرنی چاہیے۔ متوکل علی اللہ رہنا چاہیے درود، استغفار اور تلاوتِ قرآن میں لگے رہنا چاہیے۔ اعتراض کرنے والے سوچیں کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ ہو اس کو کیا ضرورت ہے کہ درود، استغفار اور قرآن کی باتیں کرے۔

مسیح موعودؒ فرماتے ہیں کہ درود کے بغیر دعائیں زمین اور آسمان کے درمیان میں لٹکی رہ جاتی ہیں یعنی کہ جو دعا آپ کرتے ہیں اوپر نہیں جاتی جب تک ساتھ درود نہ بھیجا جائے اور جتنی مشکلات ہوں اتنے زیادہ درود کی ضرورت ہے۔

درود دُعاؤں کی قبولیت کا ذریعہ ایک ذاتی تجربہ:

آج سے کوئی 20 سال پہلے جب مجھے کینسر ہو گیا تو مجھے جو دعائیں بتائی گئیں ان میں ایک بزرگ ایبٹ آباد میں بھی تھے جنہوں نے کہا کہ شروع میں بھی درود پڑھو اور آخر میں بھی کیونکہ یہ کوئٹہ کی ریل کی طرح چڑھائی پر جانے والی ریل گاڑی کے مانند مشکل ہے جن کا آپ کو سامنا ہے۔ آپ کو کینسر ہے اس دعا کے لئے کوئٹہ کی ریل گاڑی کی طرح آپ کو پیچھے بھی انجن

چاہیے اور آگے بھی ۔ ایک پیچھے سے دھکیلے اور ایک آگے سے کھینچے ۔میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کی برکات سے ہی میری دعائیں قبول فرمائیں اور آج میں اتنے سالوں بعد آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔

ہمدردی اور ہم دلی میں فرق

میں آپ کی توجہ انگریزی کے دو الفاظ کی طرف دلواتے ہوئے ان میں فرق بیان کرتا ہوں۔ایک لفظ Sympathy اور دوسرا Empathy ہے Sympathy کا لفظی ترجمہ ''ہمدردی'' ہے جبکہ Empathy کا مطلب ''ہمدلی'' ہے یعنی وہ افسوس جو ایسے دل کی کیفیت سے ادا ہو جیسے وہ واقع ذاتی طور پر بھی گزرا ہو۔مثلاً وہی ہمدلی سے کسی کے بچے کی وفات پر دلی افسوس کر سکتا ہے جس کا بدنصیبی سے اپنا بچہ یا قریبی بچہ فوت ہوا ہو۔تو رسول کریمؐ پر درود بھیجنے کے وقت **Empathy** (ہمدلی) سے افسوس کی کیفیت اپنے اوپر وارد کرتے ہوئے درود بھیجیں۔کسی کو کانٹا چبا ہو تو وہی کانٹے کا درد محسوس کر سکتا ہے۔کسی کی ٹانگ پر پتھر لگا ہو تو وہی اس درد کو محسوس کر سکتا ہے، کسی کو دانت پر چوٹ لگی ہے یا شدید دانت کا درد برداشت کیا ہے تو وہی اس درد کو محسوس کر سکتا ہے جو رسول کریمؐ کے دندان مبارک شہید ہونے پر آپ کو لاحق ہوا۔آپؐ نے جو تکالیف برداشت کیں ان کا ذکر ایک طویل اور دردناک داستان ہے۔آپؐ کی راہ میں کانٹے بھی بچھائے گئے۔آپؐ پر پتھر برسائے گئے۔جنگ میں آپ کو زخم بھی برداشت کرنے پڑے اور دانت بھی شہید ہوئے ۔ آپؐ نے اپنے والدین کی وفات کے نتیجہ میں یتیمی بھی برداشت کی اور ایک کے بعد ایک سرپرست کو فوت ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔ اپنے دوستوں پر جو اذیتیں ڈھائی گئیں ان کو بھی برداشت کرنا پڑا۔اپنی آنکھوں سے اپنے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا ہوا دیکھا اور دائیں بائیں اللہ کی راہ میں اپنے صحابہؓ کو شہید ہوتے دیکھا۔اپنے پیارے شہر مکہ سے ہجرت کرنی پڑی اور کیا کیا درد و دُکھ برداشت کیے۔ایسے تمام واقعات کی ہم میں نہ برداشت ہے اور نہ ہم پر گزرے ہیں۔لیکن رسول کریم صلعم کا وجود ہمیں اپنے وجود سے عظیم تر ہے۔اس لئے اُن کا ہر دکھ درد ہمارے سینوں میں خنجر کی طرح پیوست ہو جاتا ہے اس درد کو لے کر ہم درود شریف ادا کیا کریں۔

دُعا

آج کی اس تقریب کے آخر میں ہم مل کر دعا کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبولیت عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نبی کریمؐ پر لاتعداد زمین اور کائنات کے ذرات سے زیادہ درود بھیجے جائیں۔ان کو اپنے وعدہ کے مطابق مقام محمود عطا فرما۔اور اس سے اونچے مقام عطا فرما۔یا رب العالمین اس نبیؐ نے تیرا نام اور تیری وحدانیت دنیا میں قائم کی ہے اس کا ہم شکر ادا کرتے ہیں۔اور ہم آج اس محفل میں ارادہ کرتے ہیں کہ ہم آپؐ کے نیک نمونہ پر چلیں گے اور ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

یا رب العالمین اس جماعت کو جو خطرات درپیش ہیں ان میں ہماری حفاظت عطا فرما۔ہم تیرے نبیؐ کی دل سے عزت کرنے والے ہیں۔اس کو دل سے آخری نبی ماننے والے ہیں اور اس پر اپنی جان فدا کرنے والے ہیں۔تو ہمیں ان مشکلات میں حفاظت عطا فرما اور ہمارے مسیح موعود کا پیغام دنیا میں عام کردے۔اور دنیا والوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔یا رب العالمین اسلام کے جو دشمن ہیں جماعت کے جو دشمن ہیں اور اس ملک کے دشمنوں کے منصوبوں کو تو خاک میں ملا دے۔اور اس ملک کو صحیح معنوں میں پاک کردے۔آمین

☆☆☆☆

توہین رسالتؐ پر رسول اللہ صلعم کا ردِ عمل

ڈاکٹر زاہد عزیز، انگلستان

سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسلام کی حفاظت کے کئی وعدے کیے ہیں۔ نبی کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس ''اللہ تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا'' (المائدہ 67:5)۔ خود قرآن کریم کے متعلق یوں فرمایا: ''اور وہ یقیناً عزت والی کتاب ہے۔ جھوٹ نہ اس پر سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ (کتاب) حکمت والے تعریف کئے گئے اللہ کی طرف سے اُتاری گئی ہے'' (41:41)۔ اور پھر دین اسلام کے متعلق قرآن کریم میں یہ وعدہ تین مرتبہ درج ہے کہ اللہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے گا: ''(اللہ وہ ہے) جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے، گو مشرک اس کو برا منائیں'' (61:9)۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس رسولؐ اور جس کتاب اور جس دین کی حفاظت اور کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے وعدے کیے گئے ہیں اس کو کسی نیم جاہل، گاؤں میں رہنے والی عام عیسائی عورت سے کیا ایسا خطرہ درپیش ہوسکتا ہے کہ اسے سزا دینا بلکہ موت کے گھاٹ اتارنا بہت ضروری ہوگیا ہے؟ اور پھر کسی کمزور سے گھبرانا تو خود اپنی کمزوری دکھانا ہے۔

میں آپ کی توجہ ایک واقعہ کی طرف کرانا چاہوں گا جو رسول کریم صلعم کی زندگی میں پیش آیا اور وہ احادیث کی مستند ترین کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ واقعہ بروایت حضرت ابو ہریرہؓ اس طرح ہے:

''دو شخصوں نے جن میں سے ایک مسلمان تھا اور دوسرا یہودی، ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔ مسلمان نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اور یہودی نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام دنیا والوں پر بزرگی دی۔ اس پر مسلمان نے یہودی کو طمانچہ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان کے ساتھ اپنے واقعہ کو بیان کیا۔ تو آپؐ نے اس مسلمان کو بلایا اور اس سے واقعے کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے آپ کو اس واقعہ کی تفصیل بتائی۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ: ''مجھے موسیٰ سے بہتر نہ بناؤ'' (صحیح بخاری کتاب فی الخصومات، حدیث 2411)

صحیح بخاری میں اگلی حدیث میں بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں تفصیل اور طرز بیان میں فرق ہے۔ جو اس طرح ہے کہ:

''ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ رسول اکرم صلعم تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہا 'اے ابو القاسم، آپؐ کے اصحاب میں سے ایک نے مجھے طمانچہ مارا ہے'۔ تو آپؐ نے فرمایا: 'کس نے'۔ تو اس نے کہا: 'ایک انصاری نے'۔ آپؐ نے فرمایا: 'انہیں بلاؤ'۔ وہ آئے تو آپؐ نے پوچھا: 'کیا تم نے اسے مارا ہے!' تو انہوں نے کہا: 'میں نے اسے بازار میں یہ قسم کھاتے سنا، اس ذات کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام انسانوں پر بزرگی دی۔ میں نے کہا: او خبیث! کیا محمد صلعم پر بھی؟ مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا'۔ اس پر نبی اکرمؐ نے فرمایا: 'انبیا میں سے کسی کو کسی سے بہتر نہ بناؤ''' (بخاری کتاب فی الخصومات حدیث 2412)

یہ حدیث صحیح بخاری میں ان دو مرتبوں کے علاوہ پانچ اور مرتبہ درج ہے یعنی کل سات مرتبہ اختلافات کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ لیکن بنیادی

طور پر یہ واقعہ اسی طرح ہی بیان کیا گیا ہے ۔ یہ جو دو حوالے دیئے گئے ہیں ان کے راوی دو مختلف صحابہ ہیں۔ پہلی کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے کے حضرت ابو سعید الخدریؓ۔ اس کے علاوہ یہ روایت صحیح مسلم اور ابوداؤد میں بھی حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے درج ہے ۔ اس لئے اس کی صحت میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

سب سے پہلی قابل توجہ بات اس میں یہ ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے رسول کریم صلعم کے پاس جا کر شکایت کی؟ کیا وہ مسلمان تھا جس نے آپؐ کے پاس جا کر شکایت کی؟ اور کیا اسکی شکایت یہ تھی کہ جناب اس نے آپؐ کی توہین کی تھی، تو میں نے تو اسے محض تھپڑ مارا ہے۔ اب آپ اس کو موت کی سزا دیں؟ (کیونکہ آج کے اکثر مسلمان تو سمجھتے ہیں کہ توہین رسالت کی سزا موت ہے۔)

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ وہ یہودی یہ شکایت لے کر آپؐ کے پاس گیا کہ آپؐ کے ماننے والے نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔

آپ ذرا اس واقعہ کا مقابلہ موجودہ زمانہ کے حالات سے کریں ۔ کیا کوئی انسان یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ اس زمانے میں ایک غیر مسلم جو ایک مسلمان حکومت کے زیر رہ رہا ہو، وہ جا کر ایک مسلمان کے متعلق شکایت کرے کہ میں نے ایک بات کہی تھی جو اس مسلمان نے توہین رسولؐ سمجھی اور اس نے مجھے تھپڑ مارا۔ اب اس معاملہ میں نبی کریم صلعم نے جو جواب دیا اور رویہ دکھایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس زمانہ میں لوگوں کے تصوراتِ اسلام آج کے زمانے سے بالکل مختلف تھے۔ اور کوئی بھی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ کسی غیر مسلمان کی کسی بات کو توہین رسولؐ سمجھ کر اس کو کسی قسم کی سزا دی جا سکتی تھی۔

اسی واقعہ کی بخاری میں ایک روایت یوں بھی ہے کہ اس یہودی نے ذیل کے الفاظ میں رسول کریم صلعم سے شکایت کی:

''اے ابوالقاسم! میرا مسلمانوں کے ساتھ امن اور صلح کا عہد و پیمان ہے ۔ پھر فلاں شخص کا کیا حال ہوگا جس نے میرے منہ پر چانٹا مارا ہے؟''۔ (بخاری، کتاب الانبیاء، حدیث 3414)

اب اندازہ کریں کہ وہ یہودی مسلمانوں کے زیر حکومت رہ رہا تھا لیکن اس کو یقین تھا کہ رسول کریم صلعم اس کے اور ایک مسلمان کے درمیان انصاف کا فیصلہ دیں گے۔ آپ اس سے یہ بھی اندازہ کر لیں کہ نبی کریم صلعم کی عزت غیر مسلمانوں میں اور خاص طور پر مخالفوں میں بھی اتنی تھی کہ ان کے نہ ماننے والے کو بھی یقین تھا کہ وہ مسلمان اور غیر مسلمان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کریں گے۔

اب میں رسول اللہ صلعم کے اس فیصلے کی طرف آتا ہوں جو آپ نے اس سلسلہ میں دیا اور میں اس بارے میں کچھ تبصرہ بھی کروں گا۔ آپؐ نے اس جھگڑے کا فیصلہ یہ سنایا، اور یہ بات زیادہ تر روایات میں پائی جاتی ہے، کہ آپؐ نے فرمایا کہ: ''مجھے موسیٰ سے بہتر نہ بناؤ''۔ ظاہر ہے کہ اس ارشاد میں مخاطب مسلمان ہی ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تو مسلمان ہی تھا، نہ کہ یہودی، جو آپؐ کو حضرت موسیٰ سے بہتر قرار دیتا تھا۔ دیگر روایات کے مطابق آپؐ کے الفاظ یہ تھے کہ ''انبیاء میں کسی کو کسی سے بہتر نہ بناؤ'' یا ''انبیاء میں سے کسی کو کسی سے افضل نہ ٹھہراؤ''۔ اس ارشاد کا مخاطب بھی مسلمان ہی ہوسکتا تھا کیونکہ جن دو انبیاء کا یہاں ذکر ہے، مسلمان ہی ان دونوں کو مانتا تھا، نہ کہ یہودی جو اِن دونوں میں سے صرف حضرت موسیٰ کو ہی سچا نبی مانتا تھا۔ اس لئے نبی کریم صلعم کا فرمانا کہ ''انبیاء میں سے کسی کو کسی سے بہتر نہ بناؤ''، اس ارشاد کا مخاطب مسلمان ہی ہوسکتا تھا۔

اب اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نبی کریم صلعم نے یہودی کی شکایت پر مسلمان کو ہی تنبیہہ کی کہ تم فلاں بات مت کہا کرو، نہ کہ آپؐ نے یہودی کے خلاف فیصلہ دے کر اسے کوئی سزا دی ہو۔ یہ جو نبی کریم صلعم نے اس

مسلمان کو کہا کہ ''مجھے موسیٰ سے بہتر نہ ٹھہراؤ'' اس سے آپ کی کیا مراد تھی۔ اس بارے میں آگے چل کر بات ہوگی۔

اس زمانہ میں مسلمانوں اور مسلمان ممالک کے حالات اور مروجہ تصورات کے مطابق لوگ یہ گمان کریں گے کہ شاید نبی کریمؐ نے مسلمان کو یہ کہا ہوگا: شاباش، کہ تم نے اس یہودی کو تھپڑ مارا، بلکہ تمہیں تو چاہیے تھا کہ تم اسے موقعہ پر ہی قتل کر دیتے تو وہ زیادہ ثواب کا کام ہوتا۔ اب میں اسے موت کی سزا دیتا ہوں۔ یہ وہ نقشہ ہے جو ہمارے سامنے تصور میں آتا ہے لیکن یہ تبھی ہوتا اگر نبی کریم صلعم کے زمانہ میں آپؐ اور مسلمانوں کے اس مسئلے میں عقائد وہی ہوتے جو موجودہ زمانے کے اکثر مسلمانوں کے ہیں۔

اور ضمناً میں یہ بھی ذکر کرتا چلوں کہ اگر آپ اس پوری حدیث کو پڑھیں تو رسول اکرمؐ نے آگے فرمایا کہ شاید حضرت موسیٰ ایک معاملہ میں میرے سے افضل ہوں۔ الفاظ یہ ہیں: ''مجھے موسیٰ سے بہتر نہ بناؤ، لوگ قیامت کے دن بیہوش ہو جائیں گے۔ میں بھی انکے ساتھ بیہوش ہو جاؤں گا اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو موسیٰ عرش کا کونہ پکڑے ہوئے ہوں گے۔ میں نہیں جانتا کہ موسیٰ ان میں سے ہیں جو بیہوش ہوئے اور وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئے، یا وہ ان میں سے ہیں جن کو اللہ نے مستثنیٰ کیا۔'' اس وقت اس کی تفصیل میں جانے کی اور اس مسئلہ پر بحث کی ضرورت نہیں۔

اب ہم نبی کریم صلعم کے اس فیصلے کے الفاظ کی طرف آتے ہیں: ''مجھے موسیٰ سے بہتر نہ بناؤ'' یا موسیٰ سے افضل نہ کہو۔

یہ تو دین اسلام کی متفقہ تعلیم ہے بلکہ تاریخی حقیقت بھی ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم تمام دیگر رسولوں اور نبیوں سے افضل ہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان میں خیر البشر ہیں۔ تو پھر آپؐ نے اس مسلمان کو یہ کیوں فرمایا کہ مجھے موسیٰ سے افضل نہ کہو بلکہ کسی بھی نبی سے افضل نہ کہو؟۔

آپؐ کی مراد یہ تھی کہ اگر تم نے اس بات پر جھگڑا کرنا ہے اور غصہ میں دوسرے کو تھپڑ مارنا ہے تو اس سے بہتر تھا کہ تم اس بحث میں ہی نہ پڑتے اور اس مسئلہ میں خاموشی اختیار کرتے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا اس مسلمان نے لڑ جھگڑ کر اور غصہ میں تھپڑ مارنے سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ نبی کریم صلعم افضل الانبیاء ہیں، یا اس مسلمان نے تھپڑ مار کر اپنے اس فعل سے نبی کریمؐ کی بدنامی کروائی؟

یہ ہے ایک مثال اس پُر حکمت تعلیم کی جو آپؐ انسانوں کو دینے آئے تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں آپؐ کے متعلق آیا ہے کہ: ویعلمھم الکتاب والحکمۃ: ''یہ رسول تمہیں کتاب اور حکمت سکھانے کے لئے بھیجا گیا ہے''۔

پھر آپ غور کریں کہ موجودہ زمانے میں جب توہین رسالت ہو (چاہے وہ فرضی ہو یا حقیقی)، اس کے خلاف مسلمان مظاہرے، فساد اور احتجاج کرتے ہیں، کیا ان طریقوں سے رسول کریمؐ کی ذات پر جو الزامات ہیں ان کی تردید ہو جاتی ہے؟ بلکہ امر واقع ہے کہ اس تمام شور وغوغا کا اُلٹا اثر ہوتا ہے اور دنیا یہ سمجھتی ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ہے، اسی لئے یہ اعتراض کرنے والوں کو مروا دینا چاہتے ہیں۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اس غلط رویہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور اگر گورنمنٹ ایسے بدزبان کو کچھ سزا بھی دے تو وہ شبہات اس سزا سے کچھ کم نہیں ہو سکتے'' (البلاغ، صفحہ 11) یعنی وہ شبہات جو اسلام کے متعلق ان اعتراضات سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ایسے اعتراضات کرنے والوں کو سزا دینے سے وہ شبہات دور ہو جاتے ہیں؟

حضرت اقدسؑ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں جوش میں آنے اور مخالفوں کو سزا دلوانے کو ہی دینداری سمجھا جاتا ہے اور ''انسانی پالیسی کو خدا کی سکھائی ہوئی پالیسی پر ترجیح دی جاتی ہے'' (البلاغ، صفحہ 22)۔ یعنی اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو تعلیم دی اور وہی تعلیم رسول کریم صلعم نے اپنے نمونے سے اپنی زندگی میں مسلمانوں کو سکھائی اور اس کی مثال قائم کی۔ یہی

خدا کی سکھائی ہوئی پالیسی ہے، اسی کو اپنانا چاہیے اور یہ جو توہین رسالتؐ کے مطالبات ہیں کہ توہین رسولؐ کرنے والے کو موت تک کی سزا دی جائے۔ یہ انسانی پالیسی ہے۔ جو سراسر زیادتی اور ظلم ہے اور قرآن مجید کی پُرحکمت تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت مرزا صاحبؒ کی ایک طویل فارسی نظم کا ایک شعر ہے:

بہوش باش کہ جبر است خود دلیلِ گریز

تسلی دلِ مردم از یں کجا باشد

ترجمہ: خبردار ہو کہ جبر تو خود شکست کی دلیل ہے، اس سے لوگوں کے دلوں کو تسلی کہاں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور کے بزرگ قرآن کریم اور نبی کریم صلعم کی مثال کی روشنی میں غور و فکر کرتے تھے اور جب بھی کوئی عام مشہور خیال قرآن مجید اور رسول اکرمؐ کے نمونے کے خلاف ہوتا تو اس کی پُرزور دلائل سے تردید کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بھی اس بارے میں مارچ 1929 میں، یعنی آج سے تقریباً 90 سال پہلے، توہین رسولؐ کی سزا کے متعلق خطبہ دیا تھا، جس میں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی عام غلط فہمیوں کو دور کیا۔ آپ نے ''شاتم رسولؐ کے متعلق آنحضرت صلعم کا طرز عمل'' کے عنوان کے تحت فرمایا:

''آپ کو علم ہے کہ مسلمانوں میں عام طور پر یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلعم کو جو شخص گالی دے اس کا سر کاٹ دینا چاہیے۔ میں نے اس کے متعلق تحقیق کی ہے۔ مجھے یہ قرآن کے خلاف نظر آتا ہے۔ قرآن کریم نے صاف طور پر گالی اور ایذا پہنچنے پر صبر اور تقویٰ کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلعم کی زندگی میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپؐ نے ایسے مواقع پر کبھی اس قسم کا طریق اختیار نہیں کیا، جو آپؐ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے''۔

مولانا محمد علی صاحب قرآن کریم کی آیت، سورۃ آل عمران 186:3، کے پہلے حصے کا حوالہ دیتے ہیں، یعنی:

''اُن سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان سے جو مشرک ہوئے تم بہت سی دُکھ دینے والی باتیں سنو گے''

اور ان الفاظ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اس میں صفائی سے بتا دیا ہے کہ تم کو بہت سی گالیاں بھی سننی پڑیں گی۔ اور اس پر کیا کرنے کا حکم دیا؟''

وہ حکم اس آیت کے بقیہ حصے میں ہے۔ اس حصے کا حوالہ دے کر مولانا محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

''اگر صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یہ عزم الامور (یعنی بڑی ہمت کے کاموں) میں سے ہے''۔

اور اسکی تشریح میں فرماتے ہیں:

''یہاں صبر کے ساتھ تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ تقویٰ سے کیا مراد ہے؟ اس میں بتایا ہے کہ نہ صرف یہ کہ تم برداشت سے کام لو اور کسی کو گالی نہ دو بلکہ جواب میں حسن اخلاق کا ثبوت دو تو یہ عزم الامور کی بات ہے''۔

پھر اس خطبہ میں ''شاتم رسولؐ کو قتل کرنے کا مضر اثر'' کے عنوان کے تحت حضرت مولانا محمد علیؒ فرماتے ہیں:

''بظاہر یہ بات دل کو بڑی خوش کرنے والی معلوم ہوتی ہے کہ ہم رسول اللہ صلعم کے متعلق ایسی غیرت رکھتے ہیں کہ جو شخص آپ کو گالی دے اس کا سر اڑا دیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ بہت سی ایسی باتوں میں، جو دلوں کے اندر جمی ہوئی ہیں، ان کے لئے قرآن کو از سر نو پڑھنے کی ضرورت ہے۔ بعض موقعوں پر تفسیر کو چھوڑ کر بھی قرآن کریم کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔ یہ غور کرنے کے قابل بات ہے کہ اس خیال کا اثر دوسروں پر کیا پڑے گا؟''

آگے آپ فرماتے ہیں:

''ایک پہلو تو وہ تھا کہ ایسی غیرت دکھائی جائے کہ گالی دینے والے کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن دوسرا پہلو اس کا یہ بھی ہے کہ اس سے دوسرے بجائے اسلام سے محبت کرنے کے اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور اسے وحشیانہ مذہب

سمجھیں گے''۔

خطبہ جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا محمد علیؒ فرماتے ہیں:

''غور کا مقام ہے کہ اگر ایک بڑے آدمی پر کوئی شخص اعتراض کرے یا اس کی شان میں کوئی گستاخی کرے تو کیا ہمیں اس سے یہ توقع کرنی چاہیے کہ وہ بالمقابل نرمی دکھا کر اپنے اخلاق حمیدہ کا ثبوت دے۔ یا یہ کہ ڈنڈا لے کر ایسے معترض کو مارنے کے لئے تیار ہو جائے۔ یہی فی الحقیقت قرآن کی تعلیم ہے کہ مخالف کے ہاتھ سے دُکھ پہنچنے پر صبر و برداشت سے کام لینا چاہیئے۔ اسلام یہ نہیں سکھاتا ہے کہ جہاں کسی نے گالی دی فوراً اس کا سر کاٹ دیا جائے''۔

آگے چل کر آپ قرآن کریم کی بعض آیات کا حوالہ دیتے ہیں، جن میں ایک میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلعم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

''اگر تم سخت کلام، سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے اردگرد سے منتشر ہو جاتے''۔ (آل عمران 159)

اور ایک اور مقام پر فرماتا ہے:

''بدی کا نہایت عمدگی کے ساتھ رد کرو''، اور اگر تم اس طریق کو اختیار کرو گے اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آؤ گے، ''تو اگر تمہارے اور جس کے درمیان عداوت ہے تو وہ ایسا ہو جائے گا کہ گویا تمہارا گہرا دوست ہے''۔ (حٰم سجدہ 34:41)

آگے چل کر ''قرآن کس طرف لے جاتا ہے'' کے عنوان تحت مولانا محمد علیؒ یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔

''اب اس ساری تعلیم کو مدنظر رکھیے اور دیکھئے کہ قرآن کریم ہم کو کس طرف لے جاتا ہے؟ قرآن شریف اس بات کی تعلیم ہمیں دیتا ہے کہ اپنے شدید سے شدید دشمن کے ساتھ بھی حسن سلوک کا برتاؤ کریں اور اس کی برائی کو صبر کے ساتھ برداشت کریں۔ بے شک انسان کو دوسرے کی سخت بات سے غصہ آتا ہے اور وہ یہی خیال کرتا ہے کہ یہ تو دشمن ہے۔ اس کو خوب ذلیل کرنا چاہیے۔ لیکن قرآن کریم انسان کو بلند اخلاق پر قائم کرنا چاہتا ہے''۔

خونِ ناحق

از: عامر عزیز (امام جامع برلین)

میرا خونِ ناحق بولے گا اک دن
فرشِ بریں کے مالک
تیرے بندوں نے نہیں
درندوں نے
مارا ہے مجھے

یہ ہوس کے بچاری
بتکدے جن کے روشن ہیں
میرے خونِ ناحق سے
جلیں گے اک دن اسی لہو میں
حشر بپا کرے گی میری صدا
وباوہ لائے گی میری بدعا
جلائے گی انہیں
رولائے گی انہیں
کہ میرا خونِ ناحق
سرِ راہ بہایا گیا
دن کے اجالے
مقتل میرا سجایا گیا

اے حاکمو! سنو
میرے یتیموں کی دھائی
گر جو نہ دی تمہیں سنائی
آسماں برسائے گا آگ
اُگلے گی یہ زمیں راکھ
سنو اے منصفو!
میرا خونِ ناحق
مانگتا ہے انصاف
جو گر نہ ملا
تو لائے گا وہ انقلاب
بہہ جائیں گے جس میں سب
مثلِ خس و خاشاک
کہ میرا خونِ ناحق بولے گا
اک دن

بیعت ایک عہدِ جہاد اور حضرت اقدسؒ کی قائم کردہ دس شرائط بیعت کی تفصیل

از ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

لفظ بیعت عربی لفظ ہے۔ اقرار کرنا، عہد و پیمان۔ اس سے قبل کہ حضرت مسیح موعودؑ کی 10 شرائط بیعت کو بیان کروں۔ 3 بیعتوں کا ذکر آپ کے ایمان کو تازہ کرے گا۔ آپ سب نے بخوبی قرآن شریف، احادیث اور تاریخ کے ابواب میں پڑھا ہے۔ ایک عظیم الشان بیعت، بیعت رضوان سے آگاہ ہوں گے۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ نہایت اہم ہے یعنی اسلام کی تمام آئندہ کامیابیوں کا دیباچہ ہے۔ مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے جس کا نام حدیبیہ ہے۔ چونکہ کفار سے معاہدہ صلح یہیں لکھا گیا اس لئے اس واقعہ کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رویا دیکھنے کے بعد مکہ معظّمہ جانے کا ارادہ کیا۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ نہایت اہم ہے یعنی اسلام کی تمام آئندہ کامیابیوں کا نتیجہ ہے۔ اس غرض سے کہ قریش کفار مکہ کو کوئی احتمال نہ ہو (مدینہ) سے عمرہ کے لئے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانی کے اونٹ ساتھ لئے۔ یہ بھی حضور صلعم نے حکم دیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر ساتھ نہ آئے صرف تلوار جو عرب میں سفر کا ضروری آلہ سمجھی جاتی تھی پاس رکھ لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ نیام میں بند ہو۔ سفر مدینہ سے شروع ہوا۔ 1400 اشخاص قافلہ میں تھے۔ مقام ذوالحلیفة میں پہنچ کر قربانی کی ابتدائی رسمیں ادا ہوگئیں اونٹوں کی گردنوں میں قربانی کی علامت کے طور پر لوہے کے نعل لگا دیئے گئے۔ حضور صلعم نے احتیاط کے لئے قبیلہ خزاع کا ایک شخص جس کے اسلام لانے کا کفار مکہ قریش کو علم نہ تھا مکہ بھیجا کہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے جب حضور صلعم کا قافلہ عسفان کے قریب پہنچا اس شخص نے آکر خبر دی کہ قریش سرداروں نے تمام قبائل کو یکجا کر کے کہہ دیا ہے کہ محمدؐ کبھی بھی مکہ میں نہیں آسکتے مکہ سے باہر بلدح ایک مقام پر کفار اکٹھے ہوئے خالد بن ولید مسلمان نہ ہوئے تھے۔ دوسو سوار لے کر جن میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا سب سے آگے بڑھے رابغ اور جُحفہ کے درمیان غمیم تک پہنچ گئے۔ حضور صلعم نے اپنے لشکر سے کہا خالد کفار کا علمبردار ہے غمیم تک لشکر لے کر پہنچ گیا ہے اس لئے کترا کر داہنی طرف سے چلو۔ آپ بھی غمیم تک پہنچ گئے۔ خالد کو گھوڑوں کی دھول نظر آئی۔ گھوڑا دوڑا کر قریش کو خبر کی، لشکر اسلام غمیم تک آ گیا۔ حضور صلعم بمعہ اپنے ساتھیوں آگے بڑھے مقام حدیبیہ پہنچے، قیام کیا یہاں پانی کی قلت تھی، ایک کنواں تھا وہ خالی ہو گیا تھا لیکن حضورؐ کے معجزہ سے اس میں اس قدر پانی آ گیا کہ سب سیراب ہو گئے۔ قبیلہ خزاعہ کے رئیس اعظم بدیل بن ورقہ اور قبیلہ خزاعہ کے لوگ ابھی اسلام نہ لائے تھے، فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے مگر پھر بھی حضور صلعم کو کفار قریش اور عام کفار کے جو منصوبے اسلام کے خلاف کیا کرتے تھے۔ اعظم بدیل بن ورقہ حضور صلعم کو ہمیشہ آگاہ کر دیا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ آچکے ہیں رئیس اعظم بدیل چند آدمیوں کا لشکر لے کر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا قریش کی فوجوں کا سیلاب آ رہا ہے وہ آپ کو کعبہ میں نہ جانے دیں گے۔ حضور صلعم نے فرمایا قریش کو جا کر کہہ دو ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔ عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔ جنگ نے قریش کی حالت ابتر کر دی ہے اور ان کو سخت نقصان پہنچایا ہے ان کے لئے یہ بہتر ہے ایک مدت معین کے لئے معاہدہ صلح کر لیں اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس پر بھی اگر وہ راضی نہیں تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے۔ بدیل بن ورقہ حضور صلعم کا پیغام لے کر قریش کے پاس پہنچے تو کہا میں محمد صلعم کے پاس سے پیغام لے کر آیا ہوں اجازت دو تو کہوں۔ چند شریر بولے

ہم کو محمدؐ کا پیغام سننے کی ضرورت نہیں لیکن سنجیدہ قریش نے اجازت دی۔ بدیل نے حضور صلعم کی شرائط پیش کیں ''عروہ بن مسعود ثقفی نے اُٹھ کر کہا کیوں قریش میں تمہارا باپ اور تم میرے بچے نہیں'' قریش بولے ہاں، عروہ نے کہا میری نسبت تم کو کوئی بدگمانی تو نہیں، سب قریش نے کہا نہیں، عروہ نے کہا اچھا تو مجھ کو اجزت دو کہ میں خود جا کر معاملہ طے کروں، محمدؐ نے معقول شرطیں پیش کی ہیں۔ غرض آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے قریش کا پیغام سنایا اور کہا محمدؐ فرض کرو کہ تم نے قریش کا استیصال کر دیا تو اس کی اور بھی کوئی مثال ہے کہ کسی نے خود اپنی قوم کو برباد کر دیا ہو۔ اس کے سوا اگر لڑائی کا رُخ بدلا تو تمہارے ساتھ جو یہ بھیڑ ہے گرد کی طرح اُڑ جائے گی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس بدگمانی پر بہت غصہ آیا کہا کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ عروہ نے حضرت صلعم سے پوچھا یہ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا ابوبکر عروہ نے کہا میں ان کی سخت کلامی کا جواب دیتا لیکن ان کا ایک احسان میری گردن پر جس کا بدل میں ابھی تک ادا نہیں کر سکا۔ عروہ حضرت صلعم سے بے تکلفانہ طریقہ سے گفتگو کر رہا تھا اور جیسا کہ عرب کا قاعدہ ہے بات کرتے کرتے مخاطب کی داڑھی پکڑ لیتے ہیں۔ عروہ بار بار حضور صلعم کی ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضور صلعم کی پشت پر حضور صلعم کے عظیم الشان صحابی حضرت مغیرہؓ بن شعبہ جو ہتھیار لگائے کھڑے تھے۔ عروہ کی اس جرأت کو گوارا نہ کر سکے۔ عروہ سے کہا ''اپنا ہاتھ ہٹالے ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر واپس نہ جا سکے گا۔ عروہ نے حضور صلعم کے ساتھ صحابہؓ کی حیرت انگیز عقیدت کا جو منظر دیکھا اس نے عروہ کے دل پر عجب اثر کیا۔ عروہ واپس ہوا اور قریش قوم کو جا کر کہا میں نے قیصر و کسریٰ و نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔ یہ محبت اور عقیدت کہیں نہیں دیکھی۔

محمد صلعم بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا وہ وضو کرتے ہیں تو جو پانی زمین پر گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے۔

چونکہ معاملہ ناتمام رہ گیا آنحضرت صلعم نے اپنے ایک صحابی حضرت خراشؓ بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا لیکن قریش نے ان کی سواری کے اونٹ کو جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا تھا مار ڈالا اور حضرت خراشؓ کو بھی قتل کرنے لگے لیکن قبائل متحدہ کے لوگوں نے بچا لیا اور وہ جان بچا کر آ گئے۔ اب قریش نے ایک دستہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا حضور صلعم کے جانثاروں نے ان سب کو پکڑ لیا۔ قریش کی یہ سخت شرارت تھی لیکن رحمت عالم (صلعم) دامن عفو اس سے زیادہ وسیع تھا۔ آپؐ نے سب کفار کو چھوڑ دیا۔ معافی دے دی۔ اس کا قرآن شریف کی آیت میں اشارہ ہے۔ بالآخر حضور صلعم نے گفتگو سے صلح کے لئے حضرت عمرؓ کا انتخاب کیا لیکن حضرت عمرؓ نے معذرت کی کہ قریش میرے سخت دشمن ہیں اور مکہ میں میرے قبیلہ کا ایک شخص بھی نہیں کہ مجھ کو بچا سکے تب حضور صلعم نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا وہ اپنے ایک عزیز (ابان بن سعید) کی حمایت میں مکہ گئے اور حضور صلعم کا پیغام سنایا)

کفار نے حضرت عثمانؓ کی بات کو بھی نہ سنا اور کہا خود طواف کرنا چاہتے ہو تو کرلو حضرت عثمانؓ نے جواب دیا میں حضور صلعم کے بغیر طواف نہیں کر سکتا تب کفار نے حضرت عثمانؓ کو قید کر دیا ادھر حدیبیہ میں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا گیا ہے تو حضور صلعم نے فرمایا ہم عثمانؓ کا بدلہ لیئے بغیر واپس نہیں جائیں گے اسی دوران ایک مناوی نے آواز دی حضور صلعم پر روح القدس نازل ہوئی ہے اور آپ کو بیعت لینے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر 1400 لوگوں نے بیعت کی سب سے آخر میں حضور صلعم نے اپنے دست مبارک پر اپنا ہی ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ یہ عثمانؓ کا ہاتھ (چونکہ حضرت عثمانؓ تو قید تھے) ہے اللہ نے اپنے رسول صلعم سے کہا یہ تیرا ہاتھ نہیں میرا ہاتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''کہ بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں''۔

اس بیعت سے متعلق سورۃ الفتح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''بیشک اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جو تیری بیعت کر رہے تھے''۔

بخاری شریف میں ہے "یہ بیعت موت پر تھی" اور مسلم میں ہے "ہم بھاگیں گے نہیں"

حالانکہ سب سچے دل سے مسلمان تھے بلکہ اسلام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر چکے تھے اور بار ہا مرتبہ اپنا سر اور گردنیں اور جانیں خدا کی راہ میں پیش کر چکے تھے۔ بعض اوقات خاص ضروریات کے لئے بھی بیعت کی ضرورت واقع ہوجاتی ہے۔ یہ بیعت ایک خاص غرض کے لئے لی گئی اور خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت لی گئی۔

اسی طرح اگر اس امت میں کوئی مجدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت بیعت لے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ لبیک کہیں۔ یہ بیعت ایک قوت پیدا کرنے کے لئے ہوتی ہے جیسے یہاں بھی اس بیعت پر اللہ تعالیٰ نے سکینت نازل فرمائی۔ اسی قبیل سے وہ بیعت ہے جو چودھویں صدی کے مجدد نے اور مسیح موعودؑ نے لی جس کی غرض صرف ایک قومی جماعت تیار کرنا تھا۔ وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر اور زبان جادو تھی جس کی آمد، دعوے مجددیت، محدثیت اور مسیحیت کی شہادت سے کوئی مرد خدا اور صاحب علم انکار نہیں کرسکتا وہ شخص کے جس سے متعلق حدیث نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ جمعہ کی آیت وا خرین منھم لما یلحقوا بھم کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سلیمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ لو کان الایمان معلقا بالثریالناله رجل من ھؤلاء: اگر ایمان ثریا سے معلق ہوتا تو ان میں یعنی اہل فارس میں سے ایک شخص ہوگا جو اُسے وہیں جا کر لے لیتا پس اسی حدیث نبوی کو بطور الہام لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل لمن فارس۔ حضرت مرزا صاحب کے مورث اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب 200 آدمیوں کے ساتھ ایک معزز رئیس کی حیثیت سے فارس سے چل کر بابر مغل بادشاہ کے وقت میں ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ یہ پیشگوئی بھی پوری ہوتی ہے کہ وہ شخص اہل فارس ہوگا۔ مرزا صاحب کا شجرۂ نسب موجود ہے (مجدد اعظم) میں مبارک پیشگوئی حضرت محی الدین عربیؒ اپنی کتاب فصوص الحکم میں فرماتے ہیں: زمین پر وہ بچہ توام پیدا ہوگا یعنی بہن بھائی بہن فوت ہوجائے گی۔ ایسا ہی ہوا زمین پر ایسا اور کوئی بچہ پھر پیدا نہ ہوگا۔ مجدد صد چہاردہم پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ ماہِ رمضان کے مہینہ میں سورج گرہن، چاند گرہن ہوگا ایسا ہی ہوا پیشگوئی پوری ہوئی۔ سورۃ التکویر آیت 4: وہ زمانہ جب اونٹ کی سواری موقوف ہوجائے گی، اونٹنیاں بیکار ہوجائیں گی، نئی سواری نکل آئے گی۔ مسیح موعود کے زمانہ میں ریل سعودی عرب میں شروع ہوگئی پیشگوئی پوری ہوئی۔ ریل کا سفر عام ہوا۔ سورۃ التکویر آیت 10۔ جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے۔ رسالے اور اخبارات اور علوم پھیل جائیں گے۔ پیشگوئی پوری ہوئی۔ تیرھویں صدی کے مجدد حضرت سید احمد بریلویؒ شہید کی پیشگوئی چودھویں صدی کا مجدد بھی ہوگا، مسیح موعود، مہدی معہود بھی ہوگا۔ پیشگوئی پوری ہوئی۔ حدیث نبویؐ "وہ مسیح ناصری نہ ہوگا" امت محمدیہ کا ہی کوئی فرد ہوگا "امامکم منکم" اس کا رنگ اور حلیہ گندم گوں اور بال سیدھے ہوں گے۔ مرزا صاحب کا یہی حلیہ تھا جبکہ مسیح ناصری کا حلیہ رنگ سفید اور بال گھنگریالے" پیشگوئی پوری ہوئی۔ قادیان میں بجز غلام احمد جس کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ بھی بولا جاتا ہو اور کوئی دنیا میں نہیں پیشگوئی پوری ہوئی۔

غلام احمد قادیانی کے نام کے اعداد بھی پورے 1300 ہیں۔ آپ کے والد صاحب نے ولادت پر غلام احمد رکھا۔ آپ نے خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا حق ادا کر دیا۔ 1300 اعداد میں اشارہ تھا کہ ہجرت کے 1300 سو سال کے بعد تیرھویں صدی کے آخر میں جس مبارک وجود نے خلعت مجددیت سے سرسرفراز ہونا تھا وہ آپ ہی ہیں جب آپ نے مجددیت کا بحکم الٰہی دعویٰ کیا تو جناب الٰہی سے غلام احمد قادیانی کے الفاظ آپ پر الہاماً نازل ہوئے اور الفاظ کے اعداد کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرائی گئی۔ الہام پورا ہوا۔ کوئی موذی مرض لاحق نہ ہوگا تا عمر قوت بینائی قائم رہے گی۔ الہام پورا ہوا۔ الہام افتراء ہوتے تو خدا رگ جان سے پکڑ لیتا جیسے خدا تعالیٰ نے اپنے پاک نبی صلعم کو فرمایا تھا کہ کہہ دو افتراء کرنے

والے کو میں رگ جان سے پکڑتا ہوں ۔ حضور اکرم صلعم 23 سال تک وحی حق سے مشرف ہوتے رہے اور مجدد صد چہاردہم 30 سال الہامات اور کشف و رویاء سے مشرف ہوئے ۔

1888ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرزا صاحب کو بذریعہ الہام **فاذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا** ۔ بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا یعنی ''خدا پر بھروسہ کر اور ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر''۔ کشتی کے متعلق یہ سمجھایا گیا کہ اس سے مراد جماعت ہے ۔ ساتھ ہی اس بیعت کے بارے میں یہ الہام ہوا **ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللہ** کہ بیشک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں ۔ یہ وہی آیت ہے جو حدیبیہ میں بیعت رضوان کے وقت بیعت لینے کے لئے حضور صلعم پر 6 ہجری کو نازل ہوئی تھی ۔ اس وقت دین اسلام کے خاتمہ کے لئے تمام کفار حملہ آور تھے اور آپ مجدد صد چہاردہم کے زمانہ میں بھی دشمنان دین اسلام عیسائی، آریہ، دھریہ دین کو کچلنا اور ہلاک کر دینا چاہتے تھے گویا حدیبیہ کی نازک حالت پھر ایک رنگ میں اسلام پر وارد ہوگئی لہذا مشیت الٰہی نے یہی چاہا کہ صحابہؓ کے نقش قدم پر ایک جماعت اسلام کے فدائیوں اور مجاہدین کی ایسی بنائی جائے جس سے وہی عہد لیا جائے جو صحابہ اکرامؓ سے حدیبیہ کے مقام پر لیا گیا تھا چنانچہ 1889ء کے ابتدا میں بمقام لدھیانہ آپ نے لوگوں سے بیعت لینا شروع کی ۔ پہلی بیعت حکیم مولوی نورالدینؒ نے کی ۔

پہلی بصیرت افروز حضرت حکیم مولوی نورالدینؒ کی بیعت کا ذکر بھی مختصراً اختصار کے ساتھ پیش ہے ۔ آپ کے زندگی میں 4 مرشد ہوئے ۔ 8 فروری 1910ء کو آپ نے فرمایا ہمارے چار مرشد ہوئے ہیں ۔ محمد جی بخاری ۔ عبد القیوم صاحب، شاہ عبدالغنی شیخ المشائخ ۔ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اب میں جس بیعت کا ذکر کروں ایسی ہستی ہیں جنھوں نے 2 نومبر 1910ء کو فرمایا میں نے بائبل وساتیر ۔ وید وغیرہ تمام مذاہب کی کتابیں پڑھی بھی ہیں سنی بھی ہیں مجھ کو سب سے زیادہ قرآن کریم ہی کی عظمت نظر آئی اور کوئی چیز بھی گمراہی کا سبب نہ ہوسکی ۔ 26 جنوری 1910ء بعد نماز فجر فرماتے ہیں ۔

میں نے دنیا کے جملہ مذاہب کی کتابیں پڑھیں اور سنی ہیں ۔ ژند ۔ پاژند ۔ سفرنگ ۔ وساتیر ۔ بائیبل ۔ وید ۔ گیتا وغیرہ کتابوں پر بہت ہی غور کیا ہے دنیا کی تمام کتابوں کا خلاصہ اور بہتر سے بہتر خلاصہ قرآن کریم ہے ۔ ''بھاکا'' کا ترجمہ بھی دکھا جس میں اللہ کا ترجمہ من موہن لکھا تھا ۔ بڑے شوق سے پڑھا کہ بہت مفید الفاظ ہوں گے مگر ایک بھی نہ ملا ۔

کیم جنوری 1906ء میں فرماتے ہیں:

''میں نے بہت محنت روپیہ خرچ کر کے احادیث کو پڑھا ہے اور اس قدر پڑھا ہے کہ اگر بیان کروں تو تم کو حیرت ہو ۔ ابھی میرے سامنے کوئی کلمہ حدیث کا، ایک قرآن کریم کا، ایک کسی اور شخص کا پیش کرو میں بتا دوں گا کہ یہ قرآن کا ہے ۔ یہ حدیث کا اور کسی معمولی انسان کا''۔

مولوی نور الدینؒ فرماتے ہیں بھوپال کے واقعات بہت عجیب ہیں فرماتے ہیں میں نے دو صدریاں بنوائی تھیں جن کے پہننے کی ہمیشہ مجھے عادت تھی ان میں سے ایک چوری ہوگئی مجھے یقین ہوا طالب علمی کی حالت میں یہ ایک مصیبت ہے ۔ مصیبت پر صبر کرنے والے کو نعم البدل ملتا ہے ۔ دوسری صدری کو اس کے شکریہ میں دے دیا تھوڑے دنوں بعد ایک امیر کبیر لڑکے کو مرض پوشیدہ لاحق ہوا اس نے اپنے آدمی کو کہا کوئی ایسا طبیب جس کو لوگ نہ جانتے ہوں بلا لاؤ مگر وہ بنی ہوئی دعا نہ دے بلکہ سہل دوا بتلا دے ایسی نہ ہو جس کے بنانے میں مجھے نوکروں کو آگاہ کرنا پڑے اس لڑکے نے جن کو کہا تھا ان کا نام پیر ابواحمد مجددی تھا انہوں نے لڑکے کو کہا ایک طالب علم طبیب ہے اسکے طبیب ہونے سے لوگ ناواقف ہیں ۔ میں اس کو اپنے ساتھ لاؤں گا ۔ چنانچہ وہ مجھے وہاں لے گئے وہ نوجوان اپنے گھر کے ایک دالان کے آگے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا وہاں ایک باغیچہ تھا وہیں ہمارے لئے کرسیاں منگوائیں ۔ میں نے اس کا حال دریافت کر کے وہیں ایک نسخہ تیار کر کے دیا کہ کئی دفعہ پئیں اور شام کو مجھے

اطلاع دیں میں کہہ کر چلا آیا اور قدرت الٰہی سے شام تک اس کو افاقہ ہوگیا۔ اس نے مجھے ایک گراں بہا خلعت اور اتنا روپیہ دیا کہ مجھ پر حج فرض ہوگیا۔ بمبئی سے حج کے لئے روانگی کے وقت مجھ کو پانچ آدمی حج کو جاتے ہوئے ملے مجھ کو جہاز میں بڑا آرام ملا وہ میرے مفت کے خدمت گزار ہوتے تھے۔ یمن کی بندرگاہ حدیدہ پر جہاز لنگر انداز ہوا۔ میرا ارادہ ہوا کہ جب تک جہاز لنگر انداز ہے یمن کے اندرونی حصہ کے علماء دیکھ آؤں چنانچہ میں حدیدہ سے مراعہ پہنچا اور وہاں سے میں نے بہت کچھ نفع اٹھایا۔ پھر جدہ سے مکہ معظمہ پہنچے وہاں ایک بزرگ محمد حسین سندھی تھے ان کے مکان پر پہنچے۔ انہوں نے اپنا بیٹا ساتھ کرادیا کہ طواف القدوم کرادے ہم جب مسجد بیت اللہ میں داخل ہوئے تو مطوف کی پہلی آواز تھی کہ یا بیت اللہ اس کی آوز پر میں نے کہا میں مسنون دعائیں جانتا ہوں میں خود پڑھ لوں گا۔ دوسری آواز یہ تھی یا رب البیت میں نے کسی روایت میں سنا تھا جب بیت اللہ نظر آئے تو اس وقت کوئی ایک دعا مانگ لو جو ضرور قبول ہوجاتی ہے۔ میں علوم کا اُس وقت ماہر تو تھا ہی نہیں جو ضعیف اور قوی روایتوں میں امتیاز کرتا میں نے یہ دعا مانگی ''الٰہی میں تو ہر وقت محتاج ہوں اب میں کون کون سی دعا مانگوں پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ میں جب ضرورت کے وقت تجھ سے دعا مانگوں تو اس کو قبول کرلیا کر روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تو تجربہ کہ میری تو یہ دعا قبول ہوگئی بڑے بڑے نیچریوں، فلاسفروں اور دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی ملی۔ مکہ معظمہ میں پہلی مرتبہ تین بزرگوں سے ابوداؤد، صحیح مسلم پڑھیں، نسائی، ابن ماجہ بھی پڑھ لیں۔ کچھ مدت کے بعد حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مدینہ سے مکہ تشریف لائے بڑے دھوم دھام تھی میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حرم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک مسئلہ پوچھا اعتکاف کب بیٹھا جائے۔ آپ نے بے تکلف فرمایا 20 کی صبح کو میں تو سن کر حیران رہ گیا۔ ان کی عظمت اور رعب میرے دل میں بہت پیدا ہوا مگر جرات کر کے پوچھا کہ حضرت میں نے سنا ہے کہ یہ اجماع کے خلاف ہے ان کے علم پر قربان جاؤں بڑے عجیب لہجہ میں فرمایا ''جہالت بڑی بُری بلا ہے'' حنفیوں میں فلاں فلاں، شافعیوں میں فلاں فلاں، حنابلہ میں فلاں فلاں، ملاکیوں میں فلاں فلاں، کئی کئی آدمیوں کے نام لے کر کہا ہر فرقہ میں اس 20 تاریخ کے بھی قائل ہیں میں اس علم اور تجربہ کے قربان ہوگیا۔ ایک وجد کی کیفیت طاری ہوگئی کیا علم ہے وہاں سے ہٹ کر میں نے ایک عرض لکھی کہ میں پڑھنے کے واسطے اس وقت آپ کے ساتھ مدینہ جاسکتا ہوں اس عرض کو پڑھ کر مشورہ لے کر آنا ''المستشار موتمن'' پھر فرمایا کہ تمام کتابوں سے فارغ ہوکر مدینہ آنا چاہیے 1/2 1 سال بعد مجھے مکہ معظمہ سے سکبدوشی ہوئی تو حضرت شیخ المشائخ پیرومرشد حضرت شاہ عبدالغنیؒ سے نیاز حاصل ہوا اور اس طبیب روح کے باعث مدینہ چلا گیا ان کے حضور بہت مدت رہا۔ جب مدینہ پہنچا تو ان کی خدمت میں سب سے پہلے حاضر ہوا انہوں نے ایک علیحدہ حجرہ رہنے کے لئے دیا۔ سبق نہیں پڑھتا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرلوں لیکن جب ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو خیال کرتا کہ کیا فائدہ عجیب خیال اُٹھتے تھے کبھی یہ سوچتا تھا اوامر نواہی قرآن میں موجود ہیں ان لوگوں سے کیا سیکھنا اگر حسن اعتقاد سے نفع ہے تو مجھ کو ان سے ویسے ہی بہت عقیدت ہے۔ پھر اپنی جگہ جا کر یہ بھی خیال کرتا تھا کہ ہزار ہا لوگ جو بیعت کرتے ہیں اگر اس میں کوئی نفع نہیں تو اس قدر مخلوق کیوں مبتلا ہے۔ غرضیکہ میں اسی سوچ و بچار میں بہت دنوں پڑا رہا بہت دنوں بعد پختہ ارادہ کیا کہ کم سے کم بیعت کر کے تو دیکھیں اس میں کیا فائدہ ہے۔ اگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر چھوڑنے کا اختیار لیکن جب خدمت میں حاضر ہوا تو خیال آیا ایک شریف آدمی معاہدہ کر کے چھوڑ دے تو یہ بھی حماقت ہے۔ بالآخر میں نے کہا میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا استخارہ کرو میں نے کہا میں نے تو بہت کچھ استخارہ اور فکر کیا ہے لیکن شاہ صاحب نے جونہی ہاتھ بیعت کے لئے بڑھایا میرے دل میں بڑی مضبوطی سے یہ بات آئی معاہدہ قبل از تحقیق یہ کیا بات ہے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ کھینچ لئے۔ مربع بیٹھ گیا اور عرض کیا بیعت سے کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا کہ سمعی کشفی گردو دید بشنید مبدل گردد۔

قال بہ حال مبدل گردد یعنی یہ علم جو پڑھتے ہو بطور حال وارد ہو جائے گا۔ جو کچھ سنتے ہو آنکھوں سے دیکھ لو گے'' میں نے اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے لیکن اس وقت آپ نے اپنے ہاتھ کو ذرا سا پیچھے ہٹا لیا اور فرمایا تمہیں وہ حدیث یاد ہے جس میں ایک صحابی نے درخواست کی تھی کہ اسئلک مرافقتک فی الجنۃ میں نے عرض کیا خوب یاد ہے۔ آپ نے فرمایا اس امر کے لئے تم کو اگر اصول اسلام سیکھنے ہوں تو کم سے کم چھ مہینے میرے پاس رہنا ہوگا اور اگر فروغ اسلام سیکھنے ہوں تو ایک سال رہنا ہوگا تب میں نے جب اور بھی ہاتھ بڑھایا تو آپ نے میری بیعت لے لی اور فرمایا کوئی مجاہدہ اس کے سوا تم کو نہیں بتاتے کہ ہر وقت آپ آیت ونحن اقرب الیہ من حبل الورید پر توجہ رکھیں پھر واللہ معکم این ما کنتم کی نسبت یہی فرمایا ایسا ہی فرمایا اس پر توجہ میں نے بارہا حضرت نبی کریم صلعم کو دیکھا۔ اور اپنی بعض غلطیوں او سستیوں کے نتائج کا مشاہدہ کیا۔ چھ مہینہ کے اندر اندر آپ کا وہ وعدہ میرے حق میں بہر حال پورا ہو گیا۔ آخری بیعت مولانا نور الدین نے حضرت مسیح موعود کی کی۔

حضرت مرزا صاحب غلام احمد صاحب نے سب سے پہلے براہین احمدیہ اپنی پہلی عظیم الشان تصنیف میں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ باقاعدہ 1885ء میں 20 ہزار کی تعداد میں اُردو انگریزی زبان میں اشتہارات شائع کر کے مجدد ہونے کا اعلان کثیر تعداد میں لوگوں نے دعویٰ کو تسلیم کیا۔ لدھیانہ میں جو عاشق امام زمانہ تھے اور جو جماعت پیدا ہو رہی تھی وہ اس امر پر زور دے رہی تھی کہ آپ بیعت لے لیں۔ میر عباس علی نے اس کے متعلق لکھا تو اسکے متعلق لکھا تو مرزا صاحب نے جواب دیا چونکہ بیعت کے بارے میں اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ وقت آ گیا۔ یکم دسمبر 1988ء اللہ تعالیٰ نے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور یہ الہام نازل ہوا۔ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ یعنی خدا پر بھروسہ کر اور ہماری آنکھوں کے روبرو اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر۔

''بیعت کی ضرورت'' آپ امام زمانہ کے زمانہ میں عیسائی، دہریہ، آریہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین کو کچلنا چاہتے تھے گویا 1400 سال بعد حدیبیہ جیسی نازک حالت پھر ایک رنگ میں اسلام پر وارد ہو گئی تھی۔ اس لئے مشیت الٰہی نے چاہا کہ صحابہؓ کے نقش قدم پر ایک جماعت مجاہدین اور اسلام کے فدائیوں کی ایسی بنائی جائے جس سے وہی عہد لیا جائے جو صحابہ کرامؓ سے حدیبیہ کے موقع پر لیا گیا تھا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا میں موجود نہیں ہیں اس لئے جناب الٰہی نے آپ کے ظل اور نائب کو چودھویں صدی کے عظیم الشان مجدد حضرت مرزا صاحب مجدد صد چہار دہم مسلمانوں سے وہی بیعت جانثاری کی لینے کے لئے الہام کر کے حکم دیا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے حضور صلعم کے جمالی نام احمدؐ پر بیعت لینی شروع کی۔

حضرت اقدس دعوے مجددیت سے پہلے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ مجھے کوئی ایسا مددگار عطا فرمائے جو میرا دست بازو ہو کر کام کر سکے چنانچہ جب مولوی نور الدینؓ صاحب مرزا صاحب کی زندگی اور باتوں کا غائبانہ علم ہوا تو حکیم مولوی نور الدینؓ بٹالہ سے قادیان پہنچے۔ مرزا صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ تو مولوی صاحب کو دیکھتے ہی آپ کے دل سے یہ صدا نکلی ''ھذا دعائی'' یعنی مرد مومن میری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ مولوی صاحب جب میرے پاس آئے اور مجھ سے ملے اور میری نظر اُن پر پڑی تو میں نے ان کو دیکھا وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا۔ اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ مولوی نور الدین ہے۔ مولوی صاحب نے پہلی ہی ملاقات میں نور الٰہی کی شناخت کر لی تھی اور حضرت اقدس سے فرمایا کہ میری بیعت لے لیں حضرت اقدس نے فرمایا ابھی حکم الٰہی نہیں ہوا تو مولوی نور الدینؓ نے حضرت اقدس سے وعدہ لے لیا کہ جب بھی بیعت لینے کا حکم ہوا تو سب سے پہلے میری بیعت لیں گے۔ حضرت اقدس نے وعدہ کر لیا۔

چنانچہ حضرت اقدس نے سب سے پہلے 1889ء کے ابتداء میں بمقام

لدھیانہ آپ نے بیعت حکم خدا اور وعدہ کے مطابق حضرت مولوی نورالدینؓ کی بیعت لی۔ آپ کے بعد میر عباس علی لدھیانوی نے بیعت کی اور پھر چند اور بزرگوں نے بیعت کی چونکہ بیعت تنہائی میں ایک کمرہ میں اکیلے اکیلے آدمی کی ہوتی تھی لہذا یہ سلسلہ چند دن تک جاری رہا۔ بیعت لیتے وقت حضرت اقدس کی روحانی توجہ اس قدر زبردست ہوتی تھی کہ دل لرز جاتے تھے۔ ایک فوری تبدیلی انسان اپنے اندر محسوس کرتا۔ جب لوگوں کا رحجان زیادہ ہوا تو بیک مرتبہ کئی کئی آدمیوں کی بیعت ہونے لگی۔ حضرت نورالدین فرماتے ہیں جب میں بیعت کرنے لگا تو تنہائی میں عرض کیا اور سارا واقعہ شاہ عبدالغنی کے ہاتھ پر بیعت کا سنایا اور حضرت اقدس نے کہا کہ میں نے شاہ عبدالغنیؒ کی بیعت کرنے سے پہلے پوچھا بیعت کا فائدہ کیا ہے تو شاہ صاحب نے فرمایا قال بہ حال مبدل گردد شنید بہ دید مبدل گردد سمعی و کشفی مبدل گردد اور شاہ صاحب کی باتیں پوری ہوگئیں اب آپ کی بیعت کا کیا ہوگا۔ حضرت مرزا صاحب ہنس پڑے اور فرمایا میری بیعت دید بہ شنید مبدل گردد ہو جائے گا۔ میں نے عرض کیا میری بیعت لے لیں اور پہلی بیعت ہوگئی پھر واقعی ایسا ہوا کہ آپ کے فیض سے صرف شنید پر اتنا زبردست ایمان پیدا ہوگیا کہ کسی دید کی ضرورت ہی باقی نہ رہی۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر سب پردے اُٹھ جائیں تب بھی میرا ایمان جس مقام پر پہنچا چکا ہے اس پر پردوں کے اٹھنے سے کوئی زیادتی نہیں ہوسکتی۔ گویا یقین کے اس اعلیٰ مقام کو ظاہر کرتا ہے جو بغیر دید کے ہی ایک عارف کو حاصل ہوجاتا ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆

درخواست دعا

تمام احباب جماعت سے درخواست ہے کہ ذیل میں درج احباب جماعت بیمار ہیں۔ ان تمام احباب کی صحت کاملہ کے لئے دردِ دل سے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے ان عزیزوں کو اللہ مکمل صحت و تندرستی عطا فرمائے اور تمام احباب جماعت کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)۔ عبدالسلام صاحب (لاہور)۔ عقیل احمد صاحب (راولپنڈی)۔ صاحبزادہ سید لطیف صاحب (پشاور) چوہدری منور احمد صاحب (اوکاڑہ)۔

وفات حسرت آیات

تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ رواں ماہ سرگرم جماعتی احباب اور ان کے عزیز و اقارب میں سے چند احباب قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔

''بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں''

جن احباب و خواتین کی رواں ماہ وفات ہوئی ان کا ذکر درج ذیل ہے:

نذر رب صاحب (لاہور)

برادر جمیل الرحمٰن صاحب (لاہور)

خالہ واعظ عثمان منصور (شاہدرہ)

پھوپھو واعظ آفتاب احمد (شیخ محمدی، پشاور)

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کو اعلیٰ درجات سے نوازے۔ آمین

☆☆☆☆

قسط نمبر 2

حضرت بابا گرونانک صاحب

جسارت نذر رب

حضرت مسیح موعودؑ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ''ست بچن'' کے صفحہ نمبر 144-143 پر لکھتے ہیں:

''کہ ہماری رائے بابا نانک صاحب کی نسبت یہ ہے کہ بلاشبہ وہ سچے مسلمان تھے اور یقیناً وہ وید سے بیزار ہو کر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے مشرف ہو کر نئی زندگی کو پا چکے تھے۔ جو بغیر خدا تعالیٰ کے پاک رسول کی پیروی کے کسی کو نہیں مل سکتی۔ وہ ہندوؤں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہے اور پوشیدہ ہی چلے گئے۔ اس کے دلائل یہ ہیں:

دلیل اوّل:

بابا نانک کا وصیت نامہ جو سکھوں میں چولہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وصیت نامہ جس کو سکھ لوگ چولہ صاحب کے نام سے موسوم کرتے ہیں بمقام ڈیرہ نانک جو ضلع گورداسپور پنجاب میں واقع ہے۔ اس مکان گوردوارہ میں نہایت اعزاز اور اکرام کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔ جس کو کابلی مل کی اولاد نے جو باوا صاحب کی نسل سے تھا۔ خاص اس تبرک کے لئے بنوایا اور پہلا مکان جو چولہ صاحب کے لئے بنوایا گیا تھا کہتے ہیں اس پر کئی ہزار روپیہ سے زیادہ خرچ آیا تھا۔ غرض یہ چولہ صاحب اس قدر عزت سے رکھا گیا ہے کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر اس سے متصور نہیں۔ یہ ایک سوتی کپڑا ہے جو کچھ خاکی رنگ اور بعض بعض جگہ کناروں پر سرخی نما بھی ہے۔ سکھوں کی جنم ساکھی کا بیان ہے کہ اس میں تیس سپارے قرآن شریف کے لکھے ہوئے ہیں۔ نیز وہ تمام اسمائے الٰہی بھی اس میں ہیں جو قرآن میں ہیں۔ اور سکھوں میں یہ امر بھی متفق علیہ واقع کی طرح مانا گیا ہے کہ یہ چولہ صاحب جس پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے آسمان سے باوا صاحب کے لئے اُترا تھا۔ اور قدرت کے ہاتھ سے لکھا گیا اور قدرت کے ہاتھ سے سیا گیا۔ اور قدرت کے ہاتھ سے باوا صاحب کو پہنایا گیا۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ اس چولہ پر آسمانی کلام لکھا ہوا ہے جس میں باوا صاحب نے ہدایت پائی۔ پھر صفحہ نمبر 161 پر حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ''بیشک وہ پاک چولہ اپنی اُن تمام آیتوں کے ساتھ جو اس پر لکھی ہوئی ہیں باوا صاحب کی ایک پاک یادگار ہے اور پاک ہے وہ مکان جس میں وہ رکھا گیا اور پاک ہے وہ کپڑا جس پر وہ آیات لکھی گئیں ہیں اور پاک تھا وہ وجود جو اس کو پہنے پھرتا تھا۔ اور مبارک ہیں وہ جو چولہ صاحب کے کلام سے برکت ڈھونڈتے ہیں''۔ اس کے ساتھ ہی حضرت صاحب اس چولہ کے متعلق ایک لمبی نظم لکھتے ہیں جس کے چند اشعار نقل کرتی ہوں۔

یہی پاک چولہ ہے سکھوں کا تاج
یہی کابلی مل کے گھر میں ہے آج
یہی ہے کہ نوروں سے معمور ہے
جو دُور اس سے اس سے خدا دور ہے
یہی جنم ساکھی میں مذکور ہے
جو انگد سے اس وقت مشہور ہے
اسی پر وہ آیات ہیں بینات
کہ جس سے ملے جاودانی حیات
یہ نانک کو خلعت ملا سرفراز
خدا سے جو تھا درد کا چارہ ساز
اسی سے وہ سب رازِ حق پا گیا
اسی سے وہ حق کی طرف آ گیا

دوسری دلیل:

حضرت مسیح موعودؑ ست بچن کے صفحہ نمبر 183 تا 187 پر حضرت بابا

گرونانک کے سچے مسلمان ہونے کی دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے سچے مسلمانوں کی طرح اسلام کے مشہور اولیاء اور صلحاء کے مقام پر چلّے کاٹے۔ چنانچہ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ باوا صاحب نے بمقام سرشار عبدالشکور صاحب کی خانقاہ پر چالیس دن تک ایک چلہ کیا۔ مسجد کے قریب ایک خلوت خانہ بنا کر اس میں نماز اور نوافل پڑھتے رہے اور فرائض پنجگانہ جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرتے رہے اور اسی غرض سے انہوں نے خلوت خانہ روبقبلہ بنایا تھا تا وہ مسجد البیت کی طرح ہو جائے۔ اب اس خلوت خانہ کا نام چلّہ بابا نانک کر کے مشہور ہے۔ پنجاب اور سندھ وغیرہ سے سکھ صاحبان اس چلہ کی زیارت کرنے کے لئے گروہ در گروہ آتے ہیں۔ اور بہت چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ وہ روپیہ ان مسلمان مجاوروں کو ملتا ہے جو شاہ عبدالشکور صاحب خانقاہ پر مقرر ہیں۔ کیونکہ باوا صاحب نے یہ چلہ اس خانقاہ کے قریب اس غرض سے کیا کہ باوا صاحب کو شاہ عبدالشکور کے کامل ولی ہونے پر اعتقاد تھا اور وہ جانتے تھے کہ اولیاء اللہ کے مقامات کے قریب خدا تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور وہ زمین نہایت مبارک ہوتی ہے جس میں خدا کے پیارے بندے سوئے ہوتے ہیں۔

آپ نے ایک چلہ حضرت معین الدین صاحب چشتی کی خانقاہ پر بمقام اجمیر شریف کیا۔ اور ایک چلہ پاک پٹن اور ایک چلہ ملتان میں کیا۔ یہ چلہ آپ نے حضرت شاہ شمس تبریز پر چالیس روز تک کیا۔ روضہ کے جانب جنوب وہ مقام ہے جو چلہ نانک کہلاتا ہے۔ روضہ کی دیوار جنوبی میں ایک مکان محراب دار دروازہ شکل پر بنا ہوا ہے اس پر یا اللہ کا لفظ لکھا ہوا ہے اور ساتھ اس کے ایک پنجہ بنا ہوا ہے جس پر یا اللہ لکھا ہوا ہے۔ اس جگہ کے ہندو اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ لفظ باوا صاحب نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ دیوار میں ایک مکان کا نشان بنا ہوا ہے جو 1/2 1 گز طول اور 1 گز عرض میں ہے اور یہ بات ملتان کے ہندو اور مسلمان یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس جگہ باوا صاحب چالیس روز چلہ میں بیٹھے۔ اس جگہ کی زیارت کے لئے ہندو سکھ بکثرت آتے رہتے ہیں۔ اس روضہ کے اندرونی احاطہ میں ایک مسجد بھی واقع ہے۔ جو بابا نانک کے چلہ سے بہت قریب ہے۔ بابا صاحب کا یہ مکان چلہ رو ہے۔ روضہ کے گرداگرد ایک مکان مسقّف بنا ہوا ہے جس کو یہاں کے لوگ غلام گردش کہتے ہیں۔ نانک صاحب کی جائے نشت غلام گردش کے اندر ہے جو جگہ مسقف ہے۔ سجادہ نشین شمس تبریز کی زبانی معلوم ہوا کہ بابا صاحب بیت اللہ شریف سے واپس تشریف لائے تو سیدھے ملتان آئے۔ اور روضہ مبارک شاہ شمس تبریز پر چالیس روز چلہ میں بیٹھے رہے۔ اور ان کا ورد خدا کے ناموں میں سے ''ھو'' کے نام کا ورد تھا کیونکہ شاہ شمس تبریز کا بھی یہی ورد تھا اور وہ یہ مصرعہ پڑھا کرتے تھے۔

بجز یاھو و یامن ھو دگر چیزے نمیدانم

ہندو لوگ باوا صاحب کی تحریر اور نشان کی بہت تعظیم کرتے ہیں۔ چنانچہ باوا صاحب کی شمس تبریز پر چلہ بیٹھنے اور یا اللہ کا لفظ لکھنے اور اس جگہ پنجہ کی شکل بنانے میں ہندو اور مسلمان دونوں قوموں کو اتفاق ہے''۔

(ست بچن صفحہ 186)

بقیہ: حضرت اقدسؑ کی کتب کے دنیا پر اثرات

سر عبدالقا(در صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر نے عیسائیت کے بت کو پاش پاش کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس نیک کام کو مستقل طور پر جاری رکھا جائے۔ حالات کی ناموافقت کے باوجود جماعت احمدیہ کو اطمینان کے ساتھ تصنیف و تالیف اور اشاعت اسلام جیسے کام میں مصروف رہنا چاہیے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی دنیوی طاقت سے صلہ اور انعام کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ (دسمبر 1934)

اسلامیہ کالج کے پروفیسر سید عبدالقادر صاحب اور خواجہ حسن نظامی صاحب کی تحریر پر ختم کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں قرآن کریم کا ہندی ترجمہ کر رہا تھا تو میری درخواست پر جماعت احمدیہ لاہور نے دو آدمی بلا معاوضہ میری امداد کے لئے بھیجے جن میں ایک مولانا عصمت اللہ صاحب تھے اب مجھے یہاں فرق بھی بیان کرنا چاہیے کہ تنخواہ دار ترجمہ کرنے والوں نے کام میں کوتاہی کی مگر مولوی عصمت اللہ صاحب نے نہایت خلوص اور درد کے ساتھ کام کیا اور مجھے ان کے کام نظر ثانی کی ضرورت بھی نہ پڑی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت اقدس کی کتب اور لٹریچر کی ترویج میں ہماری رہنمائی اور مدد فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

حضرت اقدسؒ کی کتب کے دنیا پر اثرات

ترتیب وتدوین: ارشد علوی

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا پیدا کردہ انقلاب تمام دنیا میں اپنے اثرات مرتب کر رہا ہے۔اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ اس وقت تمام دنیا میں ہمارے مشن حضرت صاحب کے علم کلام کو جدید تحقیق وتکنیک سے انتہائی خلوص اور جانفشانی سے روشناس کر رہے ہیں جس کو خاطر خواہ پذیرائی بھی حاصل ہے۔اس کی مختصر سی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت اقدسؒ نے خدمت اسلام کے لئے جو نیا علم کلام پیدا کیا اُسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱): حفاظتِ اسلام

(۲): اشاعتِ اسلام

آپ نے اسلام کی حفاظت اس شان سے کی کہ جہاں بھی کسی نے اعتراض کی اُنگلی رکھی وہیں سے حضرت صاحب نے ایک علم وحکمت کا خزانہ نکال کر دکھا دیا۔اس کے ساتھ ساتھ 80 سے زائد کتب کی اشاعت کے بعد دنیا کے سامنے انہیں پیش کر کے چیلنج بھی کیا۔حضرت اقدس کا مشن جس قدر عظیم الشان تھا۔اُسی قدر ان کا قلم جلیل القدر تھا۔یہی وجہ تھی کہ خدائے بزرگ وبرتر نے آپ کو سلطان القلم کے خطاب سے نوازا۔آپ کی تصانیف کا مقصد صرف قرآن کریم، قرآن کریم لانے والے اور قرآن کے بھیجنے والے کی حقانیت،صداقت اور تقدیس ثابت کرنا ہے۔آپ کی تصانیف سے متاثر چند ایسی شخصیات بھی ہیں جو اپنی ذات میں ایک مشنری کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان میں خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی حسن علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قابل ذکر ہیں۔

مولوی حسن علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کی بے مثل تحریرات آئینہ کمالات اسلام، فتح اسلام، ازالہ اوہام اور دیگر کتب کو پڑھ کر میں نے بہت نفع اُٹھایا اور مجھے معلوم ہوا کہ جس مجدد کی مجھے تلاش تھی وہ جناب مرزا غلام احمد قادیانیؒ ہی ہیں۔ جسے غلبہ اسلام ظاہر کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔حضرت صاحب سے مل کر میں دیوانہ ہوگیا۔ناحق بدنامی کا ٹوکرا سر پر اٹھائے پھرتا تھا،مردہ تھا۔زندہ ہو چلا ہوں۔گناہوں کا ذکر کرنا اچھا نہیں بلکہ شرمندگی ہوتی ہے(اب ان سے نجات ملی) حضرت پیغمبرؐ کی عظمت جو میرے دل میں اب ہے پہلے نہ تھی۔

اس کے بعد مولوی حسن علی صاحب مسلسل وعظ ولیکچر میں سرگرم رہے۔کئی سو ہندو ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔اور سینکڑوں طالب علم جو مغربی تعلیم اور فلسفہ کے بداثرات سے دہریہ، گمراہ اور اسلام کی تعلیم میں سست ہو گئے تھے۔آپ کے لیکچروں کو سن کر اسلام پر مضبوط ہو گئے۔

خواجہ کمال الدینؒ جو بعد میں آ کر مسلم مشنری انگلستان بنے۔یہ سب حضرت اقدسؒ کا فیض تھا۔ورنہ یہ عیسائی ہونے جا رہے تھے۔صرف ایک براہین احمدیہ پڑھ کر آپ کی آنکھیں کھل گئیں۔نہ صرف خدا اور مذہب پر یقین پیدا ہوا۔بلکہ یہ بھی پتہ چلا کہ اگر کوئی سچا مذہب ہے تو صرف اسلام ہی ہے حضرت اقدس نے براہین احمدیہ کے ساتھ اشتہار کے ذریعے نہ صرف ہندوستان بلکہ امریکہ اور یورپ میں بھی اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص کسی ایک دلیل کو بھی توڑے گا تو اس کو میں دس ہزار روپے کا انعام دینے کو تیار ہوں اور یہی اشتہار مسٹر الیگزنڈر وب کے اسلام لانے کا موجب ہوا۔

آپ اپنی تصنیفات اور ان کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے حقیقۃ الوحی کے سرورق پر لکھتے ہیں کہ یاد رہے کہ انسان اس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ خود اپنے تئیں اپنی شناخت نہ کروائے۔خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خدا تعالیٰ کے ذریعے نہ ہو اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس سے نہیں نکل سکتیں۔جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو اور وہ تعلق صرف قرآن کریم کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلاتی ہے۔یعنی قرآن شریف۔

اب یہ اہل نظر کا کام ہے کہ وہ غور کرے کہ مسیح موعودؑ کس خدا سے دنیا کو روشناس کرانا چاہتا ہے۔اس خدا سے جو دیکھتا ہے، سنتا اور بولتا بھی ہے۔یا اُس

خدا سے جو دیکھتا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔

آپ کی سب تصنیفات اسلام کی تائید میں اور خدا کی خاص تائید سے لکھی گئی ہیں:

آپ کی تحریرات نے نہ صرف ہندوستان بلکہ یورپ اور امریکہ کے لوگوں کے دلوں کے اندر انقلاب پیدا کیا کیونکہ آپ کا منصب دلوں میں انقلاب پیدا کرنا تھا جس کی ایک جھلک ان تحریرات سے ملتی ہے۔

ایڈیٹر اخبار الوکیل:

عبد اللہ العمادی لکھتے ہیں مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے مدافعت کا فرض ادا کیا اور ایسا یادگار لٹریچر چھوڑا جو اس وقت مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون کی مانند ہے۔

ایڈیٹر کرزن گزٹ:

مرزا حیرت دہلوی صاحب لکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا ان کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجدسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔

جمعیت احرار کے صدر چوہدری افضل حق صاحب کی رائے:

مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے آگے بڑھا۔ اگر چہ مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نے کہا کہ براہین احمدیہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی نظیر آج تک اسلام میں نہ ہوئی۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے وفاتِ مسیح ثابت کر کے ہندوستان سے ولائیت تک کے پادریوں کو شکست دی۔ اس کے شاندار لٹریچر کے نتیجہ میں انگلستان جرمنی اور دیگر ممالک میں کثیر تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرنے والا وہ طبقہ ہے جو شرفاء، معززاور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی دنیاوی لالچ یا سیاسی غرض پر ان کا قبول اسلام نہیں تھا بلکہ اسلام کی صداقت نے ان کے دل موہ لئے۔ ان شرفاء میں سے چند ایک ذکر کرنا چاہوں گا۔ جنہوں نے حضرت صاحب کی تحریرات سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

(ا): لارڈ ہیڈلے الفاروق۔ 1913 میں اسلام قبول کیا اور زندگی بھر برٹش مسلم سوسائٹی انگلستان کے صدر رہے۔

(۲): سر عبد اللہ ہملٹن۔ 1923ء میں اسلام قبول کیا ان کا تعلق وہاں کے شاہی خاندان سے تھا لیڈی ہملٹن بہت اخلاص رکھتی تھیں۔

اسی طرح جرمن میں بیرن عمر اور ڈاکٹر ہگو (حمید) مارقوس قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر مارقوس:

جرمن مسلم سوسائٹی کے صدر بھی رہے۔ آپ بہت بڑے فلاسفر اور اعلیٰ یافتہ تھے۔ آپ نے میلاد النبیؐ کے موقع پر نہایت فاضلانہ تقریر کی۔ (یورپ کے نام محمد رسول اللہ صلعم کا پیغام کے نام) جسے جماعت نے شائع بھی کروایا اور انگریزی میں ترجمہ کروا کر 5000 کی تعداد میں انگریزی دان طبقہ میں مفت تقسیم بھی کیا۔ اس کے علاوہ ہنگری کے ایم محمد توفیق کلنگر نے اسلام قبول کیا۔ آپ 1919ء جرنل کے عہدہ پر فائز تھے۔

مسٹر حبیب الرحمٰن جو مالون فلپائن کے رہنے والے تھے کیتھولک عیسائی تھے۔ آپ نے ہمارا لٹریچر پڑھا تو اسلام قبول کیا۔

مسٹر رشید طاہر کنگ۔ جنوبی افریقہ میں عیسائی مشنری تھے خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاتھ پر بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوئے۔

ایک اطالوی گھرانہ جو 11 افراد پر مشتمل تھا ہمارے لٹریچر سے متاثر ہوا اس گھرانہ نے 1927ء میں اسلام قبول کیا۔

حضرت اقدس کا لٹریچر قیصر ولیم شہنشاہ جرمنی کو بھی پہنچایا گیا اس نے آپ کی تصدیق کی اور کہا کہ میں اسی امر کا قائل ہوں کہ خدا کے برگزیدہ بندوں کو الہامات ہوتے ہیں اور جو کچھ مرزا صاحب کو الہام ہوتے ہیں ان کے صحیح ہونے میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (بقیہ صفحہ نمبر 21)

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔ اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ دسمبر 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

خدا کے فضل و کرم سے عامر عزیز صاحب نے حضرت مولانا صدر الدین مرحوم و مغفور کے جرمن ترجمہ و تفسیر قرآن بمعہ عربی متن کو جو 1983ء میں شائع ہوا تھا اس کے نئے ایڈیشن کی پروف ریڈنگ کا کام مکمل کر لیا ہے۔ امید ہے جتنی جلدی ہو سکا اس کی طباعت ترکی میں ہوگی۔ اس سے پہلے اس ترجمہ کے نقش ثانی دو مرتبہ شائع ہو چکے ہیں۔ ایک مرتبہ پاکستان سے دوسری مرتبہ دہلی ہندوستان سے۔ اس مرتبہ اس کو نئے سرے سے کمپوز کیا گیا ہے۔ اور کوشش کی گئی ہے کہ اس کے گذشتہ ایڈیشن کی اغلاط کی تصیح کی جائے۔

تحریک احمدیہ لاہور کی تاریخ

مرکزی احمدیہ انجمن لاہور نے 1908ء سے اب تک تحریک احمدیت کی تاریخ کو مرتب کرنے کا منصوبہ تیار کیا ہے جس پر پہلے بھی کچھ کام ہوا تھا اور اب اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے پر کام ہو رہا ہے۔ اس منصوبہ کی نگرانی عامر عزیز صاحب کر رہے ہیں۔ قاری محمد ارشد صاحب کے ساتھ مبلغین کی ایک ٹیم مواد کو مرتب کرنے میں مصروف ہے اور مختلف جگھوں سے مواد کو اکٹھا کر کے سکین کیا جا رہا ہے تا کہ اس میں سے متعلقہ حقائق اور واقعات کو ترتیب دیا جا سکے۔

مڈل سکول کے طلباء کا گروپ

5 دسمبر۔ محترم عامر عزیز صاحب دسمبر میں سالانہ دعائیہ میں شرکت کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے تھے۔ ان کی غیر حاضری میں یاسر عزیز صاحب بمعہ فیملی پرتگال سے برلین مسجد میں فرائض سرانجام دیتے رہے۔ برلین کے ایک مڈل سکول سے طلباء کا گروپ مسجد دیکھنے کے لئے آیا۔ ان کو مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا اور جرمن ترجمۃ القرآن از حضرت مولانا محمد علی صاحب کی ایک کاپی ان کے ہمراہ استاد کو تحفۃً دی گئی۔

قبول اسلام

12 دسمبر۔ ناروے کی ایک نوجوان خاتون میری صاحبہ نے قبول اسلام کیا۔ ان کا اسلامی نام زہرہ رکھا گیا۔ ان کو انگریزی ترجمۃ القرآن از حضرت مولانا محمد علی صاحب تحفۃ دیا گیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زندگی میں مزید کامیابی حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قادیان جماعت احمدیہ کے 30 نوجوانوں کا گروپ برلین مسجد میں

24 دسمبر۔ جرمنی کے مختلف شہروں سے 30 نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کا گروپ مسجد برلین دیکھنے آیا۔ ان کو مسجد کی تاریخ اور سرگرمیوں سے آگاہ کیا گیا اور مختلف موضوعات پر گفتگو بھی ہوئی۔

☆☆☆☆

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

منظوم کلام

ثناءِ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار　　عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہردو دار

مجھ سے اس عالی قدر سردار کی ثنا کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین وآسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں۔

آں مقام قرب کو دارد بدلدارِ قدیم　　کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار

وہ مقام قرب جو اسے اللہ کے ہاں حاصل ہے اس کی کیفیت کو واصلانِ بارگاہ الٰہی میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔

سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہ عاشقاں　　آنکہ روحش کرد طے ہر منزل وصل نگار

وہ خاصانِ حق کا سردار ہے اور عشاق کا بادشاہ ہے جس نے وصل محبوب کی ہر منزل کو طے کرلیا ہے۔

آنکہ دارد قربِ خاص اندر جنابِ پاک حق　　آنکہ شانِ اُونہ فہمد کس ز خاصان دکبار

وہ مقام قرب جو اسے اللہ کی جناب میں ہے اس کی شان وعظمت کو خواص اور بزرگ بھی نہیں جانتے۔

صدر بزم آسمان و حجۃ اللہ بر زمیں　　ذات خالق را نشانے بس بزرگ و استوار

وہ بزم آسمانی کا صدر اور زمین پر اللہ کی حجت ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا عظیم الشان نشان ہے۔

ہر رگ و تار وجودش خانہ یارِ ازل　　ہر دم و ہر ذرہ اش پُر از جمالِ دوستدار

اس کے وجود کا ہر رگ وریشہ خدا تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کا ہر سانس اور ہر ذرہ خدا تعالیٰ کے نور سے منور ہے۔

ہست او از عقل و فکر و وہم مردم دُور تر　　کے مجال فکر تاآں بحر نا پیدا کنار

وہ انسان کے عقل وفکر اور وہم سے بالا ہے فکر کی کیا مجال کہ اس بحر ناپیدا کنار تک پہنچ سکے۔

روح او در گفتن قول بلیٰ اول کسے　　آدم توحید و پیش از آدمش پیوند یار

اس کی روح قول بلیٰ کہنے میں سب سے اول ہے وہ توحید کا آدم اور آدم کی تخلیق سے قبل اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے تھا۔

یا نبی اللہ توئی خورشید رہ ہائے ہدیٰ　　بے تو نارد روبراہے عارفِ پرہیز گار

اے نبی اللہ آپ ہی ہدایت کی راہوں کے سورج ہیں آپ کے بغیر کوئی عارف اور پرہیز گار ہدایت نہیں پا سکتا۔

(درثمین فارسی)